Galib + Yusuf
دلہن کی ڈائری

دُلہن کی ڈائری

سُہاگ کی راتیں

از

سیّد غلام احمدؐ نقوی

پبلشر

بعد حصولِ اجازت

ادارہ ادب۔ فریر اسٹریٹ صدر کراچی ۳

فہرست مضامین

تعارُف

مضطر ہاشمی

میرا خیال ہے کہ کتاب کا دیباچہ یا تعارف خود مصنف ہی کو لکھنا چاہئے۔ کیوں کہ مصنف جن حالات سے متاثر ہو کر لکھتا ہے۔ یا اس کی تصنیف کے جو محرکات ہوتے ہیں انھیں خود وہی سمجھ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی تمام کتابوں کے دیباچے خود لکھے ہیں۔ اور اس سلسلے میں کسی مستند دیباچہ نگار سے استمداد نہیں کیا رہا معاملہ تصنیف کے محاسن و معائب کو پرکھنے کا تو اس کام کو میں پڑھنے والوں کے ذوقِ سلیم ہی پر چھوڑنے کا قائل ہوں۔ اور کسی دیباچہ نویس کو بیچ میں لے کر اپنے قارئین کی فراست کی توہین کرنے کے خلاف ہوں۔

جب دیباچوں اور تعارفوں کے متعلق میری ذاتی رائے یہ ہے تو ظاہر ہے کہ خود مجھے بھی کسی اور صاحب کی کتاب کا تعارف نویس بننے سے محترز رہنا چاہیئے۔ مگر جب منشی حامد حسین صاحب نے مجھے اس کتاب کا دیباچہ لکھنے کے لئے کہا تو میں ایک عجیب اُلجھن میں پڑ گیا۔ اگر میں انکار کرتا تو اس کا یہی مطلب سمجھا جاتا کہ میں انتہائی مغرور اور متکبر ہوں اور زیرِ نظر گرانقدر تصنیف پر تبصرہ کرنا اپنے تبحرِ علمی (جو شائد نہ ہونے کے برابر ہے) کے شایانِ شان نہیں سمجھتا۔ اور اگر اقرار کرتا تو اپنے اس اصول کی خلاف ورزی کرتا کہ دیباچہ یا تعارف خود مصنف ہی کو لکھنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی خیال ہوا کہ ممکن ہے

منشی صاحب موصوف میری ہیچ مدانی کو جاننے کے باوجود مجھ سے دیباچہ لکھوا کر میری عزت افزائی کرنا چاہتے ہوں۔ اور اگر یہی بات ہے تو دیباچہ لکھنے سے انکار کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ بہرحال کافی ذہنی کشمکش کے بعد میں نے اس کتاب کا دیباچہ لکھنا اپنے ذمہ لے لیا۔

زیرِ نظر کتاب "سہاگ کی آٹھ راتیں" کے بارے میں کچھ لکھنے سے پہلے میں ایک ایسی بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا اس کتاب سے بلا واسطہ یا بالواسطہ گہرا تعلق ہے۔ اور وہ ہے ہمارے ادب کا جنسی پہلو۔ میرا خیال ہے کہ اُردو ادب کا یہ پہلو اب تک تشنۂ تکمیل ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ملک کے اہلِ قلم نے اپنے مخصوص ماحول اور فضا کے تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے اس قسم کے لٹریچر کو فحش نگاری سے تعبیر کیا۔ اور جن چند لوگوں نے سوسائٹی کے طعن و تشنیع سے لاپرواہ ہو کر اس کے متعلق کچھ لکھا وہ بھی کسی اصلاحی مقصد سے نہیں بلکہ محض دماغی تعیش کا سامان مہیا کرنے کے لئے یا اپنی افلاسِ فکر کو عریانیت کے پردے میں چھپانے کے لئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب یہ لکھنے والے ناول یا افسانہ میں کوئی ندرت یا دلچسپی پیدا نہیں کر سکتے تو عریانیت کا سہارا ڈھونڈھ کر اس خامی کی تلافی کرتے ہیں۔ اور ادب کی اس صنف کی کوئی تعمیری خدمت کرنے کے بجائے اس کی تخریب کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ سنجیدہ اور متین قسم کے قارئین تو جنسیات کو اردو ادب میں جگہ دینے کے خلاف ہیں۔ اور عریانیت اور جنسیت کے فرق کو نہ سمجھنے کے باعث اس کے متعلق کچھ لکھنا یا پڑھنا گناہِ کبیرہ خیال کرتے ہیں۔ اور جو نوجوان

اس عریاں نگاری میں دلچسپی لیتے ہیں وہ روز بروز عیاشیوں اور آوارگیوں کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اگر ہمارے لکھنے والے اپنے افلاسِ فکر کو عریانیت میں چھپانے کی کوشش نہ کریں اور جنسیت کو عریانیت سے ایک جداگانہ چیز قرار دیکر اُسی پر خامہ فرسائی کریں۔ تو نہ ملک کے سنجیدہ طبقہ کو اُن کی تحریروں پر اعتراض ہو اور نہ نوجوان طبقہ میں آوارگی پھیلے۔ اس سے ہمارے سماج اور معاشرت کی اصلاح بھی ہو۔ اور ہمارے ادب کی تعمیر بھی۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں مرد اور عورت کے جنسی تعلقات پر تو روشنی ڈالی گئی ہے مگر عریانیت سے کلیتہً گریز کیا گیا ہے۔ ان مرد و عورت میں صرف کوئی جنسی اشتراک ہی نہیں، بلکہ وہ باقاعدہ میاں بیوی ہیں۔ لہٰذا اُن کے جنسی تعلقات کو عریانیت سے تعبیر کرنا غلط ہے۔ جہاں یہ تعلقات ناجائز ہوں۔ وہاں تو آوارگی اور بے آبرو‌ئی کے نشو و نما پانے کا امکان ہوتا ہے۔ مگر جہاں جائز ہوں وہاں اس کا امکان نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ مصنّف نے جو اسلوبِ بیان اختیار کیا ہے وہ انتہائی متین اور سنجیدہ ہے۔ اور اس میں کہیں بھی کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس سے یہ معلوم ہو کہ مصنّف نے عریانی اور فحاشی کی ترویج کی کوشش کی ہے۔ مصنف نے سہاگ کی راتوں کی رنگینیوں کی ایسی سچی تصویر کھینچی ہے جو جذبات کی دنیا میں ایک قسم کا ہیجان سا پیدا کر دیتی ہے۔ اور ان کے مفلوج اور نیم مردہ قویٰ میں بھی زندگی کی لہر دوڑا دیتی ہے۔ مگر اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ تنہائی اور خلوت کی یہ راتیں جو دنیوی عیش و نشاط کا سامان اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ اُن نوجوان مردوں اور عورتوں کے لئے مشعلِ راہ

ثابت ہوں۔ جو سلسلۂ ازدواج میں منسلک ہو کر متاہل زندگی میں قدم رکھتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ اگر مرد اور عورتیں سہاگ کی راتوں کی اس دلچسپ روداد کو اس خیال سے پڑھیں کہ یہ کسی اوباش مرد اور عورت کی داستانِ نشاط نہیں بلکہ میاں بیوی کی کہانی ہے۔ تو وہ اپنی ازدواجی زندگیوں کو انتہائی پُر لطف اور سکون بخش بنا سکتے ہیں۔ اور اُن تلخیوں سے بچ سکتے ہیں۔ جو میاں بیوی کے بگاڑ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

آخر میں مَیں یہی عرض کروں گا کہ اس کتاب کے مصنّف منشی غلام احمد نے یہ کتاب تصنیف کر کے ہماری سوسائٹی کی ایک گرانقدر خدمت انجام دی ہے۔ اور ایک ایسی منزل کی طرف شادی شدہ مردوں اور عورتوں کی رہنمائی کی ہے۔ جہاں ابدی آرام اور سکون ہے۔ اور جو میاں بیوی کے بیکار جھگڑوں سے ناآشنا ہے۔

مضطر ہاشمی

۲۵ر دسمبر ۱۹۴۶ء

ایفائے وعدہ

میری ہر دم یاد آنے والی ۔ آنکھوں میں ہر وقت پھرنے والی ، ایک مہینے کی بچھڑی ہوئی بہن بھولی! خدا تم کو خوش و خرم رکھے۔ تمہاری مفارقت نے یوں تو اکثر مجھ کو بے چین رکھا ہے۔ لیکن جب ہمجولیاں جمع ہو جاتی ہیں اور تم اُن میں نظر نہیں آتیں تو بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً اُس وقت تو دل تڑپ اٹھتا ہے۔ جب سہیلیوں سے گفتگو میں تمہاری جیسی شوخ اور پُر لطف گفتگو کرنے والی کسی کو نہیں پاتی ۔

اس وقت بھی جبکہ میں یہ خط تم کو لکھ رہی ہوں ، تمہاری صورت میرے سامنے ہے۔ اور مجھ کو یقین ہے کہ تمہاری بھی یہی حالت ہوگی۔ کیونکہ تم اپنی سہیلیوں سے خصوصاً مجھ سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ یہ سب کچھ ہے کہ تم کو مجھ سے مجھ کو تم سے غیر معمولی محبت ہے۔ لیکن معلوم نہیں ، کیوں تم نے حسب وعدہ اب تک مجھ کو کوئی مفصل خط نہیں لکھا۔ خدا کرے اس کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہ ہو کہ تم اپنے عزیز شوہر کی دلداری میں مشغول ہو۔ اور نئی محبت کو پروان چڑھانے کے لئے تم اپنی تمام تدبیروں سے کام لے رہی ہو۔ میری دعا یہی ہے کہ خداوند تعالیٰ تم کو تمہاری کوششوں میں کامیاب فرمائے اور تم اپنے شوہر کو اپنا بنا سکو۔

میں تم کو یاد دلاؤں کہ تمہارے اور میرے درمیان کیا کیا وعدے ہوتے تھے۔

کیا تم نے قسم کھاتے ہوئے میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر مجھ سے اور میں نے تم سے یہ وعدے نہ کئے تھے کہ رخصتی کے بعد مفصل حالات لکھیں گے ؟

پیاری جمیلہ! ایمان سے کہنا ، کبھی تم کو اس کا خیال بھی آیا کہ اختر کو خط لکھوں؟ اگر نہیں آیا تو میں تم سے کیا امید رکھ سکتی ہوں ۔ اور اگر تم نے عمداً اپنا وعدہ پورا نہ کیا تو میں اس کے سوا کیا کہوں کہ تم نے مجھ کو غیر سمجھا؟ یا مفصل حالات لکھتے ہوئے حجاب آیا؟

پیاری جمیلہ! کیا تم ایک ہی مہینے کے اندر بدل گئیں ، کیا شادی کے بعد تم کو وہ پہلی سی جمیلہ میں اب نہ سمجھوں ؟ ایسا خیال بھی میرے لئے تکلیف دہ ہے۔ خدا کی قسم میں سچ کہتی ہوں کہ وہ ایک دن تو میں اپنی رخصتی کے بعد ضرور ایسی رہی کہ مجھ کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا اور نہ ہر وقت تمہارا تصور اور تمہاری یاد دل کو بے چین کرتی رہی۔ میں خیال کرتی ہوں کہ جس اختر اور جمیلہ کو چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات آپس میں کہے بغیر چین نہ آتا تھا اب افسانوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ آہ اب وہ زمانہ جس کو بجا طور پر لوگ شاہی کا عہد کہتے ہیں اب لوٹ کر آنے والا نہیں۔ شادی کے بعد نئی دنیا آباد کرنی ہوتی ہے ، اور اس میں انہماک سب کو بھلا دیتا ہے۔ کیا تم کو اپنے اس تساہل یا بے وفائی کا افسوس نہیں ہے ،

بہن جمیلہ کیا غضب ہے ، تم نے مجھ کو اب تک صرف ایک خط بھیجا ہے۔ جو مجھ کو اپنے چھوٹے بھائی کی معرفت یہاں سسرال میں آنے سے پہلے ملا تھا۔ مگر اس خط میں سوائے خیریت کے اور کوئی خوش کرنے والی بات تم نے نہیں لکھی۔ خیریت تو مجھ کو بغیر لکھے بھی معلوم ہو جاتی ۔ جمیلہ تم نے وعدہ کیا تھا۔ یاد کرو میں تمہارا بھیجا نہ

چھوڑوں گی۔ دیکھو تم زبانی سُنانے پر ٹالتی ہو۔ میں نہ مانوں گی، ہرگز نہ مانوں گی
پُرانی بات میں وہ مزہ نہیں رہتا۔ یوں تو جو کچھ گزری ہوگی، اور اب دن و رات
گزر رہی ہوگی۔ اُس سے میں بھی واقف ہوں۔ کوئی دُنیا سے انوکھی بات تو تمہارے
لئے سُسرال میں نہ ہوئی ہوگی۔ لیکن تم نے تو یہ کہا تھا کہ پہلے دن سے آٹھویں
دن تک کی مفصل کیفیت لکھ کر بھیجوں گی۔ آج پورا ایک مہینہ ہوگیا۔ بس ایک خط
وہ بھی چار سطروں کا لکھ کر فراغت پائی۔ میں ہرگز نہ مانوں گی۔

دیکھو سجیلہ! میں تو اپنی قسم کا لحاظ کر کے اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر وعدہ کرنے
کا خیال کر کے اپنی سُسرال آنے کے تیسرے دن سے روزانہ کے واقعات
اور صحیح صحیح احوال لکھنا شروع کرتی ہوں۔ لیکن تم خوب سمجھ لو کہ اسی طرح اگر
تمہاری آٹھ روز و شب کی سرگزشت تحریری میرے پاس نہ آئی تو یاد رکھنا عمر بھر
تم سے نہ ملوں گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے اپنے وعدے کو کیوں بھلا دیا۔
مجھ کو یہ تردد بہت پریشان کر رہا ہے کہ کہیں خدانخواستہ کوئی ناگوار واقعہ پیش
نہ آگیا ہو۔ خدا کرے میرا یہ خیال۔ خیال ہی ہو۔ اور تم خیر و عافیت سے اور خوش
ہو۔ سجیلہ کیا میں یہ سمجھوں کہ حقیقتاً مجھ کو تم نے غیر سمجھ لیا۔

سجیلہ! کیا تم اب اتنی شرمیلی ہوگئیں کہ مجھ سے بھی اپنا حال ظاہر کرتے
ہوئے شرم آنے لگی؟ میں تمہاری رخصتی کی مخصوص خدمات میں ہر وقت صفیہ
کے ساتھ ساتھ شریک تھی۔ تمہارے دلہن بنانے اور تم کو سجانے کی ذمہ داری
صفیہ کے اور میرے ہی سپرد تھی۔ سچ بتانا ہماری خدمات تم کو اور تمہارے

ؔ سجیلہ دلہن کی ڈائری دیکھئے جو بجنسہٖ چھاپ دی گئی ہے۔ قریشی بکڈپو دہلی سے ملے گی

دولہا صاحب کو پسند بھی آئیں؟ ہم سے تمہارے سجانے میں قصور تو نہیں ہوا؟
میں نے تمہاری شرم کا اندازہ تو جب ہی کر لیا تھا۔ جب تم نے وہ مدارج جو رخصتی
کے سلسلے میں طے کرنے ہوتے ہیں، اچھی طرح طے کئے۔ بن بیاہی لڑکیوں نے
تمہارے طریقوں سے سبق حاصل کئے۔ تم جتنی شوخ اور چلبلی تھیں مجھے ڈر رہتا
تھا کہ دستور کے موافق تم ان مراحل سے گزر سکو گی یا نہیں لیکن
حیا کے ساتھ عقل و دانش سے بھی کام لیا۔ اور سکون و طمانیت کے ساتھ ان
تمام دشواریوں سے خوبی کے ساتھ گزر گئیں۔ اعزہ۔ ماں باپ اور بھائی بہنوں
کی جدائی کے روح فرسا خیال کے ساتھ تم نے جس صبر و ضبط سے کام لیا وہ
یقیناً حیرت انگیز تھا۔

سجیلہ! میں جانتی ہوں کہ ابھی نئی دنیا تمہارے لئے تنگ ہوگی۔ تم نے اپنی
مرضی اور خواہش کو دوسروں کی خوشی یا زمانہ کے دستور پر قربان کر دیا ہوگا اور یوں
کہا جا سکتا ہے کہ تم اس وقت بڑی حد تک مجبور زندگی گزار رہی ہوگی۔ تمہا
پاس شائد اتنا وقت بھی نہ ہو کہ مجھ کو مفصل خط لکھ سکو۔ لیکن پیاری بہن اُو
تم کو نکالنا پڑے گا۔ اور مجھ کو یقین ہے کہ جب اپنے حالات لکھنے بیٹھو گی تو اُن کا
لُطف سب سے پہلے ہم سے زیادہ تم اٹھاؤ گی۔ بیتے ہوئے واقعات کی یاد اگر
وہ خوشگوار ہوں، پُر کیف اور لذیذ ہوتے ہیں۔ دل اُن سے اثر پذیر ہوتا اور
تحریر میں خوبیاں پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے

بہن سجیلہ! مجھ سے تم کو اور تم کو مجھ سے حجاب کیسا؟ میں کیسے یقین کروں کہ تم نے لکھنے

کا ارادہ تو کیا ہوگا۔ مگر شرم نے تمہارا ہاتھ پکڑ لیا ہو۔ اگر تم بُرا نہ مانو تو میں یہ کہوں گی کہ تم مجھ کو اپنی اختر نہ سمجھو۔ لیکن میں تم کو وہی سجیلہ سمجھ کر لکھ رہی ہوں۔ بی سجیلہ! ہم کو تو تمہاری شرم کا تب یقین ہو جب تم اپنے آپ کو ویسی ہی سجیلہ آکر ثابت کر دو، جیسی یہاں سے گئی تھیں۔ اللہ اللہ لکھتے ہوئے تو تمہاری شرم نے تمہارا ہاتھ روکا اور حجاب شکنی کے وقت کیا ہوا ہوگا؟ اس وقت تو کسی کا دستِ شوق شرم و حجاب نے نہ پکڑا ہوگا۔ کیا مزے کی بات ہے کہ ایک بے تکلف اور لڑکپن کی رازدار سے تو حجاب اور ایک اجنبی سے انتہائی رازداری اور بے حجابی۔ نہیں نہیں میں ہرگز نہ مانوں گی کہ تم کو خط لکھتے وقت تمہاری شرم نے روکا ہوگا۔ میری سمجھ میں تو صرف ایک یہ بات آتی ہے کہ تم کو اپنا وعدہ تو ضرور یاد آیا ہوگا اور مجھ کو بے تکلفی کے ساتھ اپنا حال لکھنے کو تیار بھی ہوگی۔ لیکن تم کو مہلت نہیں ملتی ہوگی۔ ماشاء اللہ دشمنوں کی آنکھوں میں خاک۔ صورت میں حور ہو۔ نئی نویلی ہو۔ جوانی کا پھول کھلا ہوا ہے۔ تمہارے دولھا تم کو فرصت ہی کب دیتے ہونگے۔ دن ہوا کی طرح اور رات بجلی کی سی سرعت کے ساتھ گزرتے ہونگے۔ ارمانوں کے دن، راز و نیاز کی راتیں عیش و نشاط کی گھڑیاں کب موقع دیتی ہوں گی کہ مجھ بچھڑی سے وعدہ وفا کرتیں۔ خدا کرے میرا یہی خیال صحیح ہو خدا تمہارے عیش و راحت اور لطف و مسرت میں روز افزوں ترقی دے۔ اگر یہی بات ہے تو اپنے دولھا سے اپنے وعدہ کے ایفا کے لئے تھوڑا سا وقت مانگ لیتیں خیر جب ہی سہی اب ہی اپنا وعدہ پورا کرو۔ اپنی کیفیت کا نمونہ بھیجتی ہوں اسی طرح اپنا حال لکھو اور خوب تفصیل سے لکھو۔ زبانی سُنانے کی شرط نہیں تھی۔

شادی کا دن

اور

شبِ عروسی

شادی کا دن اور پہلی رات

کشتِ حسن میں محبت کی تخم ریزی

بجیلہ! تم یہاں سے دُلہن بن کر شام کی ٹرین سے فرخ آباد وداع ہوئی تھیں صفیہ نے اور میں نے حتی الامکان تم کو سجا بنا دیا تھا۔ مجھ کو تمام عمر اس کا افسوس رہے گا کہ میری رُخصتی کے وقت تم موجود نہ تھیں۔ تم یقین کرنا کہ جب مہرو نے مجھ کو نہلایا اور پھر رخصتی کے کپڑے حسب دستور پہنائے اور زیور پہنانے کے بعد پھولوں کا زیور مذاق کرتے ہوئے پہنایا۔ اس وقت تو مہرو بھی شوخی اور مذاق میں تم سے کم نہ تھیں۔ لیکن تم کو میرا دل اور میری نگاہیں تلاش کر رہی تھیں۔ ضبط کرتے کرتے بھی میری آنکھوں سے کئی مرتبہ آنسو جاری ہو گئے تھے۔ مہرو نے مجھ کو اس نازک وقت کے لئے بڑی ہوشیاری اور بہت خوبصورتی سے تیار کر دیا تھا مہرو کی محبت بھری نصیحتیں میرے بہت کام آئیں، بہت سے موقعے ایسے گزرے کہ اگر مہرو آگاہ نہ کرتیں تو میں بے وقوف بنائی جاتی۔

میں اپنے ماں باپ۔ بہن بھائی اور اپنی پیاری ہجولیوں سے ۹ بجے رات کو رخصت ہو رہی تھی۔ رخصتی کے وقت بھائی جان اور ابا جان جب مجھ سے ملنے آئے ہیں۔ تو میرا دل میرے قابو سے باہر ہوا جاتا تھا۔ جو ہدایتیں ابا جان نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کیں وہ مجھ ہی کو نہیں ہر مسلمان لڑکی کو

سونے کے پانی سے لکھ کر رکھ لینی چاہئیں۔ اور ان کو اپنی زندگی کا قانون بنا لینا چاہئے۔ میرا پختہ خیال یہ ہے کہ اگر والدین رخصت ہونے والی بیٹی کو اسی طرح ہدایات دیا کریں۔ جس طرح ابا جان نے مجھ کو دی ہیں۔ اور وداع ہونے والی لڑکی ان نصیحتوں اور ہدایات کو میری طرح اپنے دل پر نقش کر کے ان پر عمل کرے۔ تو نئے گھر جا کر اجنبی لوگوں میں ہر دلعزیز پھول ہو کر رہے۔ لڑکیوں کے لئے یہی نصیحتیں حقیقت میں وہ جادو ہے جس کے ذریعہ ہر ایک کا سخت سے سخت دل مسخر ہو سکتا ہے۔ یہی وہ عمل ہے جس سے ہر مخالف کے دل پر شرافت کا سکہ جم سکتا ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے بڑی خوبصورتی کے ساتھ تمام جہاں مٹھی میں آ سکتا ہے۔ مگر افسوس ہماری قوم میں جہالت کچھ ایسا گھر کر گئی ہے کہ عام طور پر لڑکیاں نئے گھر اور نئی زندگی گزارنے کے لئے اپنے دل میں ایسے خیالات لے کر جاتی ہیں۔ جو نامناسب ہونے کے ساتھ ہی انتہائی خود غرضی پر مبنی ہوتے ہیں۔ خدا جانے کیوں ان کو اپنی استحقاقی یا ابتدائی زندگی میں ایسی نازیبا روش اختیار کرنے کا خیال ہوتا ہے۔ اور کیوں بزرگانِ خاندان سے تجربات حاصل کرنے اور زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہی پانے سے پہلے وہ گھر اور خاندان پر حکومت کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ قاعدہ تو یہ چاہتا ہے کہ انسان پہلے تجربات حاصل کرے۔ زندگی گزارنے کے مراحل سے واقفیت پیدا کرے اور اس کے بعد اپنے کاندھوں پر ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھائے لیکن اس کے برخلاف وہ شوہر کو قابو میں لانے کے لئے دل میں اپنی ہوشیاری کا گھمنڈ لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ شوہر کی اطاعت کو اپنی کسرِ شان سمجھتی ہیں۔ ساس اور خُسر کو اُن کی

ضعیفی کی وجہ سے اپنا محتاج تصوّر کئے ہوئے اُن ہی کے گھر میں اپنا پہلا قدم رکھتی ہیں۔

ساس، خُسر اور گھر کے بزرگوں کو تو آنے والی دُلہن کی طرف سے یہ امیدیں ہوتی ہیں کہ ہماری اولاد کی طرح وہ ہماری مطیع اور تابعدار ہوگی اور نئی دُلہن اُلٹی حکومت کے جذبات دل میں لے کر پہنچتی ہے۔ اور ناتجربہ کار اور پُر ارمان دُولھا کو اپنی طرف مائل پاکر وہ اپنی کوششوں میں عارضی یا پائدار کامیابی حاصل کرنے لگتی ہے۔ بوڑھے اور تجربہ کار ساس سسر وغیرہ آخر ان ترجیحات کو محسوس کر لیتے ہیں۔ اور ان میں اپنی امیدوں کے پامال ہو جانے سے دلہن سے نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔ اور بات بات پر ان کی طرف سے غم و غصّہ کے جذبات کا مظاہرہ ہونے لگتا ہے۔ بیٹے کی طرف سے حق تلفی اور ناقدر شناسی کا رنج دلوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ آنے والی کو رقیبِ محبت پاکر بیزاری ہونے لگتی ہے لڑکی کے والدین اپنی بیٹی کی حمایت اور طرفداری کرتے ہیں۔ اور شوہر غلط فہمی کے سبب دُلہن کو معصوم اور صاف دل سمجھ کر اس کی صفائی پیش کرتے کرتے اپنے والدین کے نزدیک فریقِ مخالف قرار پاجاتا ہے۔ رفتہ رفتہ رنجشیں بڑھتی ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ دُلہن بیٹے کو ماں باپ سے جدا کر دیتی ہے اور بیٹا اپنی کج فہمی اور کوتاہ اندیشی کے سبب والدین کی شفقتوں سے محروم ہو کر پریشان و بدنام الگ ہوتا ہے اور والدین کی ناراضی اور اُن کی نافرمانی کا علیحدہ جواب دہ ہوتا ہے۔ دُلہن اپنی جہالت سے اپنی ہم چشموں میں ذلیل و خوار ہوتی ہے۔ بھائی بھاوجوں کی نگاہوں میں علیحدہ کھٹکتی ہے۔ اور آخر رنج و غم سہتے

سہتے زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ ان اُلجھنوں میں اولاد ہوئی تو اس کی تعلیم و تربیت خراب ہوتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ماں باپ سے علیحدہ ہونے کے بعد اولاد کی تربیت اور تعلیم کا انتظام جس محبت شفقت اور نگرانی میں ہونا چاہئے تھا بچّے اس سے قطعاً محروم رہتے اور آوارگی میں مبتلا ہو کر خاندان کا نام ڈبو دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد دُولھا میاں کو اگر ٹھوکریں کھا کر عقل آئی اور رسّت ملی تو انہوں نے والدین سے قصور معاف کرا لیا۔ لیکن بیوی اور بیوی کے حامی و مددگار عزیزوں کی طرف سے جرأت نہیں ہوتی کہ صفائی پیش کریں یا تلافی چاہیں۔ اب نہ وہ اُمنگیں ہیں اور نہ وہ پہلے سے ارمان جو دُلہن کی طرف خود بخود رجوع کرتے تھے۔ اُس وقت دُلہن ایک تازہ پھول تھا جس کی خوشبو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ اس کی نرم اور نازک آواز اور اداؤں کے ساتھ زبان سے نکلا ہوا ہر فقرہ اور ہر فقرہ کا ایک ایک لفظ دلدوز اور دلکش معلوم ہوتا تھا۔ اس کی ہر ادا دلفریب معلوم ہوتی تھی۔ ساس نے جو کچھ کہا آمنا و صدقنا۔ اب وہ پھول تو ضرور ہے لیکن ملا وُلا۔ اب کوئی چیز دلفریب نہیں۔ شرم مصنوعی اور بناوٹی معلوم ہوتی ہے۔ ابتدا میں چونکہ پہلے دلہن کی ہر ادا دل آویز تھی۔ والدین کے جذبات کی طرف توجہ ہی نہیں کی تھی اور اب جبکہ بیوی بچوں والی ہو گئی۔ اور بچوں کی پرورش کا بار سر پر پڑا تو والدین کی شفقتیں یاد آئیں اور آخر دولہن کے والدین نے بیٹی کی تقدیر پھوٹنے کا شکوہ کر کے اس کو اپنی چھاتی سے لگایا۔ اور ادھر دولھا میاں کی بے کسی پر ان کے والدین نے ان کو اپنے کلیجے سے لگا کر گزشتہ شکایات کو دل سے محو کر دیا۔

دیکھنا یہ ہے کہ ان تمام خرابیوں کی ذمّہ داری کس پر عائد ہوتی ہے حقیقت

یہ ہے کہ ان تمام خرابیوں کی ابتدا دلہن کی ناتجربہ کاری سے ہوتی ہے۔ وہ آزادی
اور خود مختاری کا خواب دیکھتی ہوئی بیاہ کر آتی ہے۔ ساس اور خسر کی اطاعت
سے انحراف کرتی ہے اور شوہر کو اپنی دلفریبیوں سے وارفتہ بنا کر آزاد حکومت حاصل
کرتی ہے لیکن نتیجہ وہ نہیں نکلتا جو اس نے سوچا تھا۔ بلکہ وہ خاندان کے بزرگوں
عزیزوں اور رشتہ داروں کی شفقت اور محبت سے محروم ہو جاتی ہے اور آزاد
زندگی پابند زندگی سے بدتر بن جاتی ہے۔ اس پر لطف یہ کہ دلہن کے والدین بھی بیٹی
کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور اُن کی حمایت بالکل ہی لُٹیا ڈبو دیتی ہے۔ ان کا فرض تو یہ
تھا کہ وہ بیٹی کی بیجا حمایت اور طرفداری کے بجائے اس کے غلط خیالات کی اصلاح
کرتے اور اپنی بیٹی کو اس خطرناک انجام سے بچاتے جو داماد کی علیحدگی سے رونما ہوا کرتے ہیں۔

میں سمجھتی ہوں کہ دلہن کا قلب اس کی رخصتی کے وقت جاذب کاغذ کے
مانند ہوتا ہے۔ اُس وقت اگر اس قسم کی ہدایات لڑکی کو دی جائیں جس طرح میرے
ابا جان نے میرے دل و دماغ میں صرف چند کلمے نقش کر دیئے تھے تو میں یقین کرتی
ہوں کہ کبھی ایسے ناگوار نتائج برآمد نہ ہوں۔

سجیلہ! میں کن الفاظ میں تم کو لکھوں کہ رخصتی کے وقت میری کیا حالت
تھی۔ میرا دل میرے قابو سے باہر تھا۔ میں ابا جان کے ایک ایک لفظ کو چاہتی تھی
کہ دل میں رکھ لوں اور اُن کے قدموں کو اپنی آنکھوں سے لگا لوں لیکن بے خود اور
بدحواس ہونے کے باوجود میں اس کا پورا پورا خیال رکھ رہی تھی کہ ان کے دل پر میری
جدائی، دل گرفتگی اور پریشانی کا اثر نہ پڑے اور میری غمزدہ آنکھوں سے ایک
دو قطرے آنسوؤں کے کبھی کبھی رخساروں پر ڈھلک آتے تھے۔ اقربا و اعزہ کو

کہیں بے چین نہ کر دیں۔ پیاری سجیلہ! وقت بہت نازک اور سماں انتہا درجہ کا
دردناک تھا۔ میرے دل و دماغ میں یہ خیالات آتے تھے۔ اور مجھ کو مایوسی کی لہروں
میں بہائے جاتے تھے۔ کہ خدا جانے جن سے ساری عمر کا سابقہ پڑا ہے میرے لئے
کیسے ثابت ہوں۔ اُن کے والدین۔ اعزہ اور اقربا میرے ساتھ کیا سلوک کریں۔
اور ماں باپ سے یہ دائمی جدائی خدا جانے کیا رنگ دکھائے۔

سجیلہ! میں ان خیالات میں اس قدر کھوئی ہوئی تھی کہ مجھے یہ بھی محسوس نہ ہوتا
تھا کہ میرے گرد و پیش کون کون ہیں اور میری جدائی کا اثر ان کی کیا حالت بنائے
ہوئے ہے۔ میں انہیں افکار و ترددات میں تھی کہ رخصت کا وقت آ پہنچا۔ اور
ابا جان نے میرے جھکے ہوئے سر پر اپنا دستِ شفقت رکھ کر بھرائی ہوئی آواز میں مخاطب
ہو کر محبت فرمایا:۔

میری کم سن بیٹی! میں تم کو کچھ مال و متاع دے کر رخصت نہیں کر رہا ہوں۔
ہاں یہ چند نصیحتیں ہیں۔ جن کو تم اپنے جہیز میں سب سے زیادہ قیمتی سمجھ کر ساتھ لے جاؤ
تم ان ہدایت کو کبھی نہ بھولنا۔ ایک بات تو یہ ہے جس کو کبھی نہ بھولنا۔ کہ اپنے شوہر
کی جائز اطاعت کو دل سے اپنا اولین فرض سمجھنا۔ دوسرے یہ کہ جس کی اطاعت
اور فرمانبرداری تمہارے شوہر اپنا اولین فرض سمجھیں اس کی اطاعت کو بھی
اپنا اولین فرض سمجھنا۔ یہی ہے شوہر کی خوشنودی کا باعث۔ ظاہراً دین و دنیا ہے
تیسرے یہ کہ [illegible] اپنے اس گھر کی [illegible] اپنی سسرال کے گھر کی
تکلیف کو راحت سمجھنا۔ وہاں تم آباد ہونے کو جا رہی ہو۔ وہاں کے جینے کو جینا
سمجھنا۔ اور خاندان کے بزرگ جس راہ چلائیں اس پر چلنا۔ چوتھے یہ کہ اپنے شوہر

کی مزاج داں بننے کی کوشش کرنا۔ شوہر کو اپنا مزاج داں بنانے کی کبھی کوشش نہ
کرنا۔ تم اس گھر سے دلہن بن کر جاتی ہو۔ وہاں سب کی خدمت گزار لونڈی ہو کر رہنا
اسی سے تم اس گھر کی بیگم کہلاؤ گی۔ جاؤ خدا تم کو تمہارے شوہر اور تمہارے ساس
سسروں کے سائے میں خوش رکھے۔ مجھے امید ہے کہ تم ہمیشہ میری ہدایتوں پر عمل
کرو گی۔

بہن جمیلہ! ابا جان کے آخری الفاظ نے مجھ پر کیا اثر کیا۔ اس کا اندازہ اس سے
ہو سکتا ہے کہ معاً مجھ کو یقین کے اس درجہ پر پہنچ جانا پڑا کہ میں اس گھر سے ہمیشہ کے
لئے جدا ہو رہی ہوں اور ماں باپ اعزہ و اقربا مجھ سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ رہے
ہیں۔ ان خیالات کا مجھ پر اتنا زبردست اثر پڑا کہ میرے دل و دماغ بیکار ہو گئے۔
اور میں بیہوش ہو گئی۔ جب مجھ کو ہوش آیا ہے تو میں نے اپنے کو اپنی ساس و نند وغیرہ
کے ساتھ فنیس میں کہاروں کے کاندھے پر پایا۔

ایک رات کو میری فنیس سسرال کے دروازے پر پہنچی۔ یہ مکان جس میں
عمر بھر کے لئے آ کر اتری۔ عمارت اور سجاوٹ کے لحاظ سے ابا جان کے مکان سے
بھی اچھا ہے۔ میں اس گھر کے ہر ایک گوشے کو عزت کی نظر سے دیکھتی ہوں۔ مجھ
کو یہاں آئے ہوئے آج چوتھا دن ہے۔ میں فنیس سے مکان کی ڈیوڑھی میں اپنی
انا گلاب کی گود میں اتاری گئی۔ اس وقت میرے دل سے وہ اثر جو ابا جان کی تقریر
سے ہوا تھا۔ محو ہوا۔ اور نئے گھر آنے اور نئے لوگوں کے ساتھ گزر کرنے کا ہراس
دل میں دھڑکن پیدا کرنے لگا۔ اس وقت میری وحشت کی کوئی حد نہیں تھی۔ میں ایک
چھپر کھٹ پر بٹھائی گئی۔ اس وقت مجھ کو گلاب اور چھبو کی آواز سن کر کچھ اطمینان سا ہوا

اور یہ دعا مانگ رہی تھی کہ میرے نیک و بد کی نگراں اور غلطی کی سنوارنے والیاں موجود
ہیں۔ میرے کانوں میں اجنبی لوگوں کی زنانی اور مردانی آوازیں آ رہی تھیں جن
سے میں سمجھتی کہ بہت سے مہمان جمع ہیں۔ مردانہ آوازیں سن کر میرے قلب میں زیادہ
دھڑکن ہوتی تھی۔ کبھی اپنے دل کو سنبھالنے کی کوشش کرتی تھی اور کبھی اپنی نشست
کا خیال کرتی تھی کہ دستور زمانہ کے خلاف تو نہیں ہے۔ میں انہیں خیالات میں تھی کہ
یکایک میرے کان میں ایک جوان لڑکی کی آواز آئی جو کہہ رہی تھی کہ میری بھابی دلہن
بہت شرمیلی ہیں۔ یہ سن کر میرا دل خوش ہوا اور یہ خیال کر کے اطمینان ہوا کہ میں
ایک بڑی کوشش میں کامیاب ثابت ہو رہی ہوں۔

بی جمیلہ! نئی دلہن کے لئے سسرال کے ابتدائی چند ایام انتہا درجہ کا نازک
دور ہوتا ہے۔ دلہن خواہ کتنی ہی تعلیم یافتہ، قابل، سنجیدہ اور آزاد ہو۔ لیکن ان ایام کی
نزاکت کا اس کو بھی ساتھ دینا پڑتا ہے۔ وہ روشن خیال ہونے کے باوجود ان ایام میں نہ
تو اپنی آواز پر قابو پا سکتی ہے اور نہ اپنی زبان کو حرکت میں لا سکتی ہے
اس لئے کہ مہمانوں کی موجودگی میں اگر کوئی بیجا و بیجا لفظ زبان سے نکل جائے تو ساری
عمر بھر کے لئے طعن و تشنیع بنتی ہے۔ اور خاندان کے لوگ اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ بہتر
ہے کہ ان ایام کو کمال ضبط و صبر سے بسر کیا جائے اور کوئی ایسی بات اشارۃً کنایۃً
یا زبان سے نہ کہی جائے جو کسی کو ناگوار گزرے۔

ایک بی بی نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر میرا سر کسی قدر اونچا کیا اور میری صورت
دیکھی۔ میری آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔ ان بی بی نے صورت دیکھ کر دعائیں دیں اور
کہا کہ حقیقت میں دلہن تو چشم بد دور چاند کا ٹکڑا اور بہت ہی نازک ہے۔ یہ کہہ کر وہ

دیکھنا پسند نہیں کرتیں؟ ذرا آنکھیں تو کھولو۔"

میں اُن کی اس فرمائش کے بجا لانے میں بھی از خود تو کوئی رکاوٹ نہ کرتی لیکن کیا کروں، اُن کی اس فرمائش میں بھی کوئی بات تھی جس نے بجائے تعمیل کے اور زیادہ سرنگوں کر دیا۔ اگر وہ میرے سر کو اپنے ہاتھ سے سہارا دیئے ہوئے نہ ہوتے تو یقیناً میں بہت زیادہ جھک جاتی۔ انہوں نے نہ صرف مذکورہ بالا فقرہ کہہ کر ہی مجبور کیا۔ بلکہ اب کی مرتبہ ایک ایسا پیارا اور مجبور کر دینے والا جملہ کہا کہ میں اُن کی منشاء کے پورا کرنے پر مجبور ہو گئی۔ انہوں نے غالباً مجھ سے مسکرا کر یہ کہا کہ :- "میں تم جیسا خوش رو تو نہیں ہوں۔ تمہارے حُسن کا مقابلہ میری بدروئی نہیں کر سکتی۔ تم کاہے کو میری طرف دیکھو گی۔"

میں نے ابھی اُن کے اس حکم کی تعمیل نہیں کی تھی کہ ساتھ ہی کہا گیا۔ "میں تمام رات تمہارے حسن کی یونہی سیر کرتا رہوں گا۔"

سہیلی! اب تم مجھے بُرا کہو یا بھلا۔ میرے بے حجاب کرنے کے لئے تمہارے دولہا بھائی کی یہی میٹھی اور پریشان دل کو ہوا کر دینے والی ہمدردانہ باتیں بہت کافی تھیں۔ میرے دل میں اُن کی دلداری سے اُن کی محبت کے جذبات گُدگُدی پیدا کرنے لگے۔ اس وقت مجھ کو دہرو کا سمجھانا بھی یاد آیا۔ میں نے اُن کی اس خواہش کو پورا کرنا ضروری سمجھا اور آنکھیں کھول دیں۔ کھولنے کو تو آنکھیں کھول دیں لیکن جیسے ہی کھولیں اُس کو بس یا تو میرا دل جانتا ہے یا اُن کا دل۔ تم اُن کے پڑھے ہوئے ایک شعر سے اندازہ کر لو۔ انہوں نے میری شرمائی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بے ساختہ یہ شعر پڑھا ؎

آپ کی نیم باز آنکھوں میں ساری مستی شراب کی سی ہے

میں نے اپنی آنکھیں پھر بند کر لیں۔ اگر اچٹتی نگاہوں سے دیکھنے کے بعد تم جیسی بے تکلف ہمجولیوں میں سے کوئی اگر مجھ سے دریافت کرتا کہ اُن کی صورت کیسی ہے؟ تو میں کچھ نہیں بتا سکتی تھی کہ کس خد و خال اور کیسے چہرے مہرے کے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے بے تکلفی کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے گفتگو شروع کی جس کا اثر میرے گرویدہ کرنے کے لئے بہت کافی تھا۔ وہ گفتگو تم کو بلا تکلف لکھے دیتی ہوں۔

"حسین دُلہن! مجھ کو یہ سُن کر بہت خوشی ہے کہ تم پڑھی لکھی ہوشیار دُلہن ہو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اُس کو تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو گی۔ دیکھو تم میرے اور اپنے بزرگوں کی منشاء سے بلکہ خدا و رسول کے حکم سے اس وقت مجھ سے بے تکلف ہو کر باتیں کرو۔ مجھ کو تم سے اور تم کو مجھ سے بے تکلف ہونے میں کسی طرح کا خوف اور تامل نہ ہونا چاہیئے۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے سے ہمدردی ہونی چاہیئے اور طرفین کی رضامندی و خوشی مقدم سمجھنی چاہیئے۔ رسمی دستور پر عمل کرنا جہالت کی دلیل ہے۔ رہی شرم، میں اس کا مخالف نہیں ہوں۔ یہ تمہاری عصمت اور شرافت کی دلیل ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تم ایک شریف گھر کی عصمت مآب لڑکی ہو۔ لیکن شرم و حجاب بھی اعتدال کے اندر ہو تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح میں تم کو بے حجاب کرنے میں اعتدال سے زیادہ کام لینا تہذیب کے خلاف سمجھ کر ناپسند کرتا ہوں۔ اسی طرح تم بھی میری دلجوئی سے مجھ کو ناخوش ہونے کا موقع نہ آنے دو گی۔ تم میری شریک زندگی ہو اور میں تمہارا رفیق حیات ہوں۔ ایسی صورت میں مجھ کو تمہاری دلجوئی اور تم کو میری رضا جوئی فرض ہے۔"

میں خاموش بیٹھی سنتی اور سمجھتی رہی۔ میرے دل پر ان کی تقریر نے بہت اچھا

اثر کیا۔ اگر وہ مجھ سے اس طرح کی موثر گفتگو نہ کرتے تو میری شرم ممکن ہے مجھ ہمکلام
نہ ہونے دیتی۔ وہ خوف و ہراس جو پہلے تھا اب نہ رہا۔ شرم اب بھی تھی۔ اُن کی تقریر
نے اس کو بھی ایک حد تک دُور کر دیا۔ میں نے کچھ کہنا چاہا۔ ابھی زبان نے مُنہ میں حرکت
ہی کی تھی، کوئی لفظ نہ نکلنے پایا تھا کہ وہ ہنس کر بولے۔

"دیکھو، دیکھو جس طرح تم نے مجھے دیکھا ہے۔ اس طرح کی گفتگو تو میں شاید نہ
سمجھ سکوں گا۔ اچھا تم کو اپنی شرمیلی آنکھوں کی قسم سچ بتانا تم نے میری صورت دیکھی۔"

اُن کے اس سوال نے میرے دل میں ایک حجاب آمیز مسکراہٹ کا جذبہ پیدا
کیا اور میں ایک حرکت کے ساتھ زیادہ سرنگوں ہو گئی۔ آخر خیر کچھ سنبھل کر میں نے
بہزار تکلف کہا۔ "آپ کو ہر طرح کا اختیار حاصل ہے۔ میں تعمیل حکم کے لئے۔ . . ."
یہ کہتے کہتے میری زبان رُک گئی اور میں پھر پتھر کی طرح ساکت تھی۔

انہوں نے کہا۔ "ہاں ہاں کہو، کیا کہنا چاہتی ہو۔"

میں نے اپنے جملے کو تو وہیں چھوڑا اور صرف اتنا اور کہا کہ "یہاں کوئی
اور تو نہیں ہے۔"

اس کے جواب میں کہا گیا "تم ایک بالاخانہ پر ہو۔ دوسرے لوگ دو منزل نیچے
ہیں۔ کسی طرح کا خیال نہ کرو۔"

میں خاموش رہی۔ انہوں نے میرے حجاب کو بے حجابی سے بدلنے میں سعی
کوشش کی، اور اسی سلسلۂ گفتگو میں مجھ سے سوال ہوا کہ "ایک بات صحیح صحیح
بتاؤ کہ تم کو میرے ساتھ بے تکلف ہونا۔ . . . یہ پہلے بھی پسند تھا یا نہیں۔"
میں نے جواب دیا کہ "جب تک میں نے آپ کی تصویر نہیں دیکھی تھی مجھ کو

فکر رہتی تھی۔ لیکن اب جبکہ میرے عزیزوں میں آپ کی لیاقت اور خوش مزاجی وغیرہ کا
چرچا ہوا تو میری فکر دُور ہوئی۔" مجھ سے پھر کہا گیا کہ "تم کو اس کا خیال ضرور ہوگا
کہ تمہارا شوہر تمہاری صورت کا قابل نہیں ہے۔"

میں نے شرماتے ہوئے جواب دیا کہ "آپ تو مجھ کو شرماتے ہیں۔ آپ کی وہ تصویر
جو اسکول کے لڑکوں کے ساتھ کھچی تھی، میرے چھوٹے بھائی کے کمرے میں لگی ہوئی ہے،
اس پر آپ کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ میں نے بارہا دیکھی ہے۔ میں تو آپ کے پیر کے برابر
بھی نہیں۔" یہ کہہ کر میں شرما کر خاموش ہو گئی۔

جمیلہ! میں اس وقت کی اپنی دلی حالت تم کو لکھ نہیں سکتی۔ ماشاء اللہ تم کو بھی
تو ان باتوں سے سابقہ پڑا ہوگا۔ تم خود خیال کر لو۔ میں تو یہ جانتی ہوں کہ ان کی بے تکلف
حرکات سے میرا بدن پسینہ پسینہ ہو گیا تھا۔ جب انہوں نے مجھ کو کسی قدر بے تکلف کر لیا
تو کہا "تم کو میری بے تکلفی ناگوار تو نہیں ہوئی؟"

میں سوائے خاموش ہو جانے اور شرما جانے کے اُن کے اس سوال کا جواب
ہی کیا دے سکتی تھی۔ مگر غضب یہ تھا کہ ان کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا۔ یہاں تک اصرار
کیا کہ مجھ کو بار بار دریافت کرنے پر خفیف سی ہنسی آگئی۔ اور مجبوراً مجھ کو کہنا پڑا کہ "محکوم
کو آقا کے کسی فعل پر ناگواری کیسے ہو سکتی ہے۔" انہوں نے ذرا زور دے کر کہا کہ "پیار
محبت میں میں اور تم برابر کے حقدار ہیں۔ کوئی حاکم و محکوم نہیں۔" اس کے بعد کہا گیا
کہ "تم کئی روز سے بیٹھنے اٹھنے اور سونے کی تکلیف اٹھا رہی ہو۔ اب آرام کرنا چاہئے۔"
میں نے ذرا تامل کیا تو انہوں نے ہاتھوں سے میرے لٹانے میں مدد دی۔ اور خود بھی آرام
کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ لیکن میری شرم پر متواتر حملے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ از خود رفتہ

ہو گئے۔ گو میں اپنے شرم و حجاب کے پامال ہونے سے بے چین ضرور ہو رہی تھی۔
لیکن اُن کی اس حرکت پر اُن سے ذرہ برابر ناخوش نہ تھی اور اس کا سبب صرف اُن کی
ابتدائی خوش اخلاقی اور موثر تقریر سے میرے دل کو مسخر کر لینا تھا۔ میں زبان سے کیا
کہہ سکتی تھی۔ ... میں اس وقت تک تو یہ نہ سمجھی تھی کہ وہ اس طریقہ سے میرے
لئے کوئی دلچسپی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یا اپنی دلچسپی مدنظر رکھ کر لطف اندوز ہونا چاہتے
ہیں لیکن تھوڑی ہی دیر بعد سب کچھ سمجھ میں آگیا اور ان کی میٹھی نظروں اور حرکات نے
مجھکو بے تکلف کر لیا۔ میرے دل میں جہاں اُنکی خوش ادائیوں سے اُن کی محبت زیادہ
ہوتی جاتی تھی۔ وہاں ان کی حرکات بھی پسند تھیں۔ یہ سب کچھ تھا کچھ لیکن اُنکی محبت آمیز
طرز اور گفتگو سے اُن کی حرکت ناگوار نہ گزری۔ .. آخر سب زیور سرہانے رکھے
ہوئے بکس پر رکھ دیا۔ اور انہوں نے میرے پھولوں کے زیور کی نقرئی اور طلائی
زیور سے زیادہ قدر کی۔

سبحانہ بہن! سچ تو یہ ہے کہ اب اُس گزرے ہوئے وقت پر غور کرتی ہوں تو یہ
سمجھ میں آتا ہے کہ فطری شرم و حجاب ایک طرف، خوف و ہراس ایک طرف،
انبساط اور چھیڑ چھاڑ کے قدرتی اثرات جو میرے جسم کے رونگٹے رونگٹے میں بجلیاں
دوڑا رہے تھے، ایک طرف، اور اُن کی رضامندی کے خیالات [illegible] اور خود ان کی
زبانی سبق مل چکے تھے ایک طرف تھے۔

بیدار ہوئی تو میں نے اپنے کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ محبت انداز میں ہوش میں
لانے کیلئے کوشاں ہیں۔ انہوں نے پیار کر کے لہجے میں میری مزاج پرسی کی جس کا جواب میرے
پاس سوائے خاموشی کے اور کیا تھا۔ انہوں نے ملازمہ سے ایک لذیذ حلوا اور ایک

گلاس میں دودھ لا کر بہ ضد مجھکو پلایا اور کھلایا۔ اور انہوں نے خود بھی حلوا کھایا۔
اور دودھ پیا۔ رات کا ایک بج تھا۔ میرے سو رہنے کی تواضع کی اور خدا کا
شکر ادا کر کے خود بھی سو گئے۔

صبح [illegible] کے وقت میں جاگ رہی تھی۔ لیکن خاموش تھی۔ جب وہ بیدار
ہوئے تو آفتاب کی کرنیں پھیلنے کے وقت تک انتہائی خلوص کے ساتھ مجھ سے بے تکلفی
کی باتیں کرتے رہے۔ اور اپنی موجودگی میں میرے زیور وغیرہ پہنوا کر بالاخانہ سے نیچے
اُتر گئے۔ میں اُن کے روانہ ہونے کے بعد پھر اُسی طرح بیٹھ گئی۔ جیسی اُن کے آنے سے
پہلے بیٹھی تھی۔

یہ تھی شب اول کی سرگزشت جو میں نے بجنسہ لکھ دی۔ آخر میں میں اپنا خیال
بھی ظاہر کر دوں۔ کہ جو دولہا پہلی رات میں اس طرح دلدہی کے ساتھ موثر طریقوں سے
اپنی دلہن پر اخلاقی اثر نہ ڈالتے ہوں گے۔ اور بوالہوسی اپنی خواہشات کے سامنے
دلہن کی تالیف قلب اور تسکین خاطر نہ کرتے ہونگے جس طرح تمہارے دولہا بھائی نے
خیال رکھا۔ اُن کی دلہنوں کے دل پر ہرگز ہرگز ایسے پُر محبت جذبات شوہر کی
اطاعت و خدمت کے لئے نہ پیدا ہوتے ہوں گے۔ جیسے میرے دل میں اپنے سرتاج
کے لئے پیدا ہو گئے۔

یہ [illegible] دولہا اور دلہن کے لئے اشد ضروری ہے۔ کیونکہ یہی وہ پہلی
شب ہے جس میں دولہا اور دلہن کے دونوں میں باہمی محبت کی تخم ریزی ہو سکتی ہے
اگر اب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دولہا دلہن میں خلوص و محبت پیدا کر دے گا۔
تو دنیا ان کے لئے جنت بن جائے گی۔

دوسرا دن اور دوسری رات

اچھوتے حسن پر محبت کی مُہر

آج صبح کو جو نئی اور اجنبی بیویاں اور لڑکیاں میرے پاس آئیں اُن پر نگراں گلاب اور مہرو بھی تھیں۔ میرے کپڑوں کی بے جا سلوٹ اور بے قاعدگی کو انہوں نے درست کر دیا۔ تاکہ دیکھنے والیوں کو اعتراض کا موقع نہ ملے۔ آج رونمائی کا ایک سخت مرحلہ میرے لئے بہت پریشان کن تھا۔ میرے چہرے کو ایک دو بار نہیں بیسیوں مرتبہ اٹھا اٹھا کر دیکھا گیا۔ اس رسم کے وقت مجھ پر پہلے سے بھی زیادہ شرم و حجاب تھا۔ اس وقت مجھ کو یہ خیال ہوا کہ میرے چہرے پر بے تکلفی کے سبب کوئی نشان نہ پڑ گیا ہو۔ یہ خیال میرے دل میں رہ رہ کر پیدا ہو رہا اور پریشان کر رہا تھا۔ یہ وہم ایک حد تک صحیح بھی نکلا۔

نوعمر لڑکے بڑے شوخ اور بیباک ہوتے ہیں۔ تمہارے دولھا بھائی کے چچا زاد بھائی کو جس کی عمر ۱۴ سال ہی کی ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں یہ میرے چھوٹے بھائی کے ساتھ اسکول میں پڑھتا تھا۔ ہمارے گھر آکر کھیلتا تھا۔ یہ لڑکا بہت زیادہ شوخ ہے۔ آج ہی رات کو ۸ بجے علی گڑھ سے آیا تھا۔ صبح کو جب عورتیں اور بچے میرا منہ دیکھ رہے تھے۔ تو اس لڑکے نے بھی آکر میرا منہ دیکھا اور اپنی انگلی سے بتا کر کہا کہ تمہاری بھابی دلہن کے یہ نشان

کب سے ہو گیا؟ وہ تو یہ کہہ کر چلا گیا۔ گلاب کو ناگوار بھی ہوا لیکن منہ ہی منہ میں کہ کیف ہوش ہو گئی۔ مہرو نے میرے زانو میں چٹکی لی۔ اس لڑکے کی بیباکی نے مجھ کو اب تک پریشان کر رکھا ہے۔ تمہارے دولھا بھائی نے یہ بات سن کر اپنے بھائی سے تنبیہ آمیز ناراضگی ظاہر کی۔

کچھ دن چڑھے تک بازار رونمائی گرم رہا۔ دو ایک لڑکیاں میرے قریب بیٹھی ہوئی ہنس ہنس کر کچھ سرگوشیاں کرتی رہیں۔ میں نے اُن کے کسی لفظ کو تو نہیں سنا لیکن مہرو نے ذرا بگڑ کر ان کو ان حرکات سے روکا۔ اور میری چھپر کھٹ کی چادر کی سلوٹوں کو درست کر دیا۔ میں نے مہرو سے موقع پا کر ان لڑکیوں کی سرگوشیوں کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میرے منہ کے کسی نشان کو دیکھ رہی تھیں۔ اور چادر کی سلوٹوں پر بھی وہ آپس میں ہنس رہی تھیں۔ میں نے چادر پر نگاہ ڈالی۔ چادر کے درمیان میں اتفاق سے مہرو کے ہاتھ سے پان گر جانے کے سبب کتھے کا ایک چھوٹا سا دھبہ چادر کے درمیان میں پڑ گیا تھا۔ یہ لڑکیاں اپنی بدتہذیبی سے اس دھبے پر مذاق اڑا رہی تھیں۔

لڑکیاں عموماً اس قسم کی بیہودگیاں دلہنوں کے ساتھ کیا کرتی ہیں اور محض شوخی و شرارت سے دلہن کی انتہائی معمولی باتیں جمع کر کے آپس میں دلہن کو [illegible] بھی دیا کرتی ہیں۔ دلہنوں سے فحش مذاق کر کے ان کو خواہ مخواہ پریشان کیا کرتی ہیں۔ میرے ساتھ بھی لڑکیوں نے ایسا ہی کیا اور محض بے وجہ باتوں پر مذاق کئے۔ میری [illegible] طبیعت کو [illegible] مہرو نے [illegible] سے ان کو روک دیا۔

میری پہلی شب میں یہ دو باتیں ضرور انگشت نمائی کے قابل تھیں اور یہ میری ناتجربہ کاری اور غلطی تھی کہ میں نے ان امور کا خیال نہ رکھا و بیہودہ مذاق کا نشانہ بن کر پشیمان ہوئی۔ تخلیہ میں مہرو نے مجھ کو سمجھایا کہ دولہا کے جانے کے بعد ہر چیز کی درستی کر لینا تمہارا فرض ہے۔ لیکن اس چہرے کی مُہر کو میں کیسے درست کر سکتی تھی۔ ہاں اس کا الزام میں نے ان کو ضرور دیا اور سچ یہ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت مجھے بڑی شرم معلوم ہوتی ہے جس وقت کہ ہمجولیاں میرا مذاق اڑاتی ہیں۔ میری سمجھ میں تو آتا نہیں کہ کسی کے جوش اور پیار و محبت کو کس طرح روکا جائے؟

آج تایا میاں کے گھر پہلا چالا تھا۔ ۹ بجے کے قریب ٹنس میں سوار ہو کر تایا میاں کے گھر گئی اور تمام دن وہیں رہی۔ میری ہمجولیاں صفیہ مہرو عائشہ رضیہ کلثوم نھی لیلا سب کو میری دل بستگی کے لئے بلایا گیا تھا۔ ان سب سے مل کر میں بہت خوش ہوئی۔ دن بڑے لطف سے گزرا نھی صفیہ اور عائشہ کی چھیڑ چھاڑ نے بہت ستایا۔ ہمجولیوں میں سوائے کلثوم کے سب کی شادی ہو چکی ہے یہ سب ان کھیلوں کو کھیل چکی ہیں۔ مجھ سے ان کے مذاق کا جواب بن نہیں پڑتا تھا۔ میں تم سے چونکہ وعدہ کر چکی تھی اس لئے اپنے حالات لکھ رہی ہوں۔ ورنہ خدا کی قسم میں نے یہ عہد کر لیا ہے کسی سے اپنا حال بیان نہیں کروں گی لیکن نھی جیسی تیز طرار اور ضدن نے میرے عہد کو توڑ دیا۔ مجھ سے میرے دل میں گھس کر سارا حال معلوم کر لیا اور سب کچھ معلوم کرنے کے بعد ایک ایک بات پر مذاق اور حاشیہ آرائی کی گئی۔ میری اس بات پر بھی اعتراض کیا گیا کہ میں تمہارے دولہا بھائی کی موثر تقریر سن کر خاموش کیوں ہو گئی۔ وہ کہتی ہیں کہ اپنی ضد کا پورا پورا رنگ ان کو دکھایا ہوتا۔ دولہن

کو خوب حیران و پریشان کیا ہوتا۔ تاکہ تمہاری ان اداؤں سے ان کی گرویدگی میں اضافہ ہو جاتا۔ ان کو تمہاری بے اعتنائی اور مدافعت اچھی معلوم ہوتی۔ اور تاخیر میں اشتیاق بڑھتا۔

غرض نھی نے تو اس امتحان میں مجھ کو بالکل ہی فیل کر دیا۔ میں تم سے دریافت کرتی ہوں کہ کیا نھی کا خیال صحیح ہے؟ تم اپنے دولہا بھائی کی تقریر اور ان کے اس مہذب برتاؤ پر جس کو تم پہلی شب کی سرگزشت میں پڑھ چکی ہو غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ ان کی منشا کس امر کی متقاضی تھی۔ اور انہوں نے کیسے الفاظ میں مجھ پر اثر ڈالا۔ میں تو ان کی منشا کو نھی کے خیالات کے بالکل برعکس سمجھتی ہوں بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ تمہارے دولہا بھائی نے شاید اسی قسم کے جاہلانہ خیالات کو رد کرنے کے لئے مجھ کو موثر و مہذب الفاظ میں سمجھایا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مصنوعی بے اعتنائی آخر مصنوعی ہی ہوتی ہے اور تھوڑی ہی دیر میں جبکہ انسان جذبات کے زور سے مجبور ہو جاتا ہے۔ بے رخی اور بے اعتنائی کا ملمع اتر جاتا ہے اور اب بھی جب کبھی میں اس معاملہ پر غور کرتی ہوں تو صحیح یہی معلوم ہوتا ہے جو میں نے ان کی منشا و مرضی کے پیش نظر طریقہ اختیار کیا تھا۔ میں نے نہ تو یہ اس وقت اچھا سمجھا اور نہ آئندہ سمجھوں گی کہ ان کی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور بڑی سے بڑی خواہش کو جس کو میں سمجھ بھی جاؤں۔ محض بے سوچے سمجھے ٹھکرا دوں۔ یہ تو مجھ سے ہو نہیں سکتا۔ آخر ان کے حکم کی تعمیل تو مجھ کو کرنی ہی ہے۔ پھر اپنی طرف سے ان کو آزردہ اور افسردہ کرنے سے فائدہ سوائے اس کے کہ وہ مجھ سے مکدر اور ناخوش ہوں۔

نھی کہتی ہے کہ اپنی ضد کا اندازہ کرا دیا ہوتا۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ

ہر انسان کو ناگوار ہوتی ہے۔ خصوصاً حاکم اور محکوم کی ضد۔ نخی گرویدگی کا طریقہ یہی
بتاتی ہے۔ لیکن میں اس عمل کو بیزاری کی بنیاد سمجھتی ہوں۔ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ
بے رخی، بے اعتنائی اور مدافعت شوہر کو پسند ہوتی ہے۔ لیکن ان کی تقریر سے
جب مجھے اس کا علم ہو گیا کہ ان کی طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی ہے تو خواہ مخواہ
ان کی مرضی کے خلاف عمل کر کے ان کی طبیعت کو مکدر کرنا اور اختلاف کی بنیاد رکھنا
تھا۔ اُن کی باتوں کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ تردید تو ایک طرف تامل بھی ان کی مرضی کے
خلاف اور اشارہ بھی نقصان رساں اور تکلیف دہ تھا۔ چنانچہ بار اور
پچلڑے کے الجھنے ہی میں دیکھا کہ جھنجلا سے گئے تھے۔ واہ کیا خوب مشورہ ہے
میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ میرے کھنچنے سے وہ مجھ کو بھولا اور الھڑ سمجھ لیتے۔ میرے
خیال میں تو اس قسم کی تمام ادائیں بناوٹی ہیں۔ مردوں کو عورتوں کا تصنع اور بناوٹ
ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اعتدال بناوٹی نہیں ہوتا۔ بلکہ فطری ہوتا ہے۔ رشب اول
میں جو بات ہوتی ہے۔ وہ بتدریج کم ہوتی جاتی ہے۔ اور جوں جوں دن گزرتے جاتے
ہیں پہلی سی ایک بات بھی نہیں رہ جاتی۔

بہن سجیلہ! نخی کے خیالات تم کو بالکل پسند نہ آئے یوں وہ مجھ کو گھُنّا سمجھ کر
جتنا چاہیں مذاق اڑائیں۔ مگر مجھ سے اگر کوئی دلہن دریافت کرے تو میں اپنا ہی
طرزِ عمل اس کو بتاؤں گی۔ عائشہ اور زہرہ کبھی میری ہم خیال ہیں اور میرے طرزِ عمل
کو اچھی نظر سے دیکھتی ہیں۔ تم بھی اس باب میں اپنی رائے لکھنا۔

آج تمام دن نخی خوش خوش اقوال اور بحث مباحثہ میں گزرا۔ قریب ۴ بجے
زہرہ اور نخی نے میرے [illegible] نخی نے [illegible] ذوق سے ایک [illegible]

جوڑا پہنایا۔ بعد مغرب تمہارے دولھا بھائی کھانا کھانے کے لئے آئے تایا میاں
نے کھانے کا بہت کافی سامان کیا تھا اور بہت سے لوگوں کو مدعو کیا تھا۔

آج عائشہ نے پھولوں کے زیور بنائے تھے جو دستکاریاں کی تھیں وہ قابل دید
تھیں۔ سونے چاندی کے ہر ایک زیور کا مقابلہ پھولوں سے کیا تھا۔ نخی نے افراط
کے ساتھ عطر میں کپڑوں کو بسایا تھا۔ بال گوندھنے، درافشاں جمانے میں عائشہ نے
اپنے ہنر کا کمال دکھایا۔ زیور پہنانے میں بھی سلیقہ سے کام لیا گیا۔ غرض ان دونوں کی محنت
اور دستکاریوں میں میری گردن تھک تھک گئی۔ تم یقین جاننا کہ بالوں کے گوندھنے
اور افشاں جمانے میں دو گھنٹے سے کم نہ صرف ہوئے ہوں گے آج ان دونوں نے میرے
سجانے میں ایڑی چوٹی کا پسینہ ایک کر دیا تھا۔

تمہارے دولھا بھائی کی انا نہ معلوم کسی کے کہنے سے یا خود میری تائی اماں سے
سویرے سے بھیجنے کی تاکید کر گئی تھیں۔ مردانہ اور زنانہ کھانا ۸ بجے رات تک ختم
ہو گیا۔ لیکن نخی اور عائشہ کی مشاطہ گری کسی طرح ختم نہ ہونے پائی۔ تائی اماں نے دو
چار مرتبہ معمولی طور پر جلدی کی تاکید کی۔ میری سب مجھولیوں کو ان کی جلدی کی تاکید
ناگوار معلوم ہو رہی تھی۔ سچ یہ ہے کہ میں بھی ان کی جلدی کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ
رہی تھی۔ ہاں جب تائی اماں نے ذرا زور سے یہ کہا کہ بی انا جلدی بھیجنے کو کہہ گئی
ہیں۔ تو میں بھی تائی اماں کی ہم خیال ہو گئی۔

بہن سجیلہ! تم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھنی چاہتی۔ انا کی تاکید کا حال سن
کر میں نے یہ خیال کر لیا کہ انا تمہارے دولھا بھائی کی خاص کھلائی ہیں ممکن ہے کہ
یہ تاکید انا کی زبانی تمہارے دولھا بھائی نے کرائی ہو۔ آخر دس بجے رات کو نخی

تیار ہوئی۔ اور میں مہرو اور گلاب کے ساتھ روانہ ہوئی۔ چونکہ میرے ساتھ کافی تعداد میں مٹھائی اور پھل ترکاریاں تھیں اس لئے وہاں پہنچ کر پہنچتے ہی اتاری گئی اور جو لوگ اس وقت وہاں موجود تھے مٹھائی وغیرہ اُن میں تقسیم کی گئی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ اس تقسیم میں میری خوشدامن صاحبہ اور آنا جلدی کر رہی تھیں اور بار بار کہہ رہی تھیں کہ باقی صبح کو تقسیم ہوگی اب رات زیادہ گزر گئی ہے۔ غرض ۱۱ بجے میں گلاب کی گود میں اور مہرو کی ہمراہی میں بالاخانہ پر پہنچائی گئی۔ مہرو نے میرے زیور کو آج خوب درست کر دیا تھا۔

آج مجھ کو وہ خوف و ہراس نہ تھا جو کل تھا۔ مہرو نے چلتے وقت پھر کل کی طرح مجھے نصیحتیں کیں اور کہا کہ نئی کے کسی خیال کو اپنے دل میں جگہ نہ دینا ان کا خیال غلط ہے۔ جو دلہنیں اپنے دولہا سے جہالت کے ساتھ پیش آتی ہیں اُن کے شوہروں کے دلوں میں اُن کی طرف سے محبت پیدا نہیں ہوتی۔ وہ اپنی ان جاہلانہ حرکتوں کو اپنے خیال میں اچھا سمجھتی ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتیں کہ اُن کا شوہر اس بناوٹی اداؤں کو بُرا سمجھ رہا ہے اور نہ کبھی ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہماری یہ چالاکی شوہر کے دل میں ہماری اطاعت کے خلاف اثر پیدا کر رہی ہے یا موافق۔ تمہارا طرزِ عمل بہت مناسب ہے۔ تم اپنے اس طریقے کا اثر آئندہ چل کر اب سے بھی اچھا دیکھو گی۔ رتبہ شناسی بہت اچھی چیز ہے۔ اپنے شوہر کو پہچاننا اور اس کی مزاج دانی بننا بی بی کا خاص فرض ہے۔ جو بات کل تھی وہ آج نہ ہوگی اور جو آج ہوگی وہ کل نہ ہوگی۔ تمہارے طریقوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دونوں میاں بیوی ہمیشہ شیر و شکر رہو گے چلتے چلتے مہرو یہ بھی کہتی گئیں کہ صبح کو ہر بات کا خیال رکھنا۔ بعض شوخ اور طرار لڑکیاں عیب جو ہوتی ہیں۔ اُن کو کسی اعتراض کا موقع ہی نہ دینا چاہئے۔

سجیلہ! حقیقت تو یہ ہے کہ یا تو تم میرے ساتھ محبت اور سچی ہمدردی کا برتاؤ کرتی تھیں یا مہرو نے میرے ساتھ پوری ہمدردی اور خالص محبت کا سلوک کیا ہے۔ مہرو مجھ کو سمجھا کر چلی گئیں۔ میں بالکل اسی طریقے سے بیٹھ گئی۔ جس طرح کل شب میں بیٹھی تھی۔ مہرو کے جانے کے بعد تمہارے دولھا بھائی کی آنا آئیں اور باورچی خانے میں چولھے پر ایک دیگچی میں دودھ رکھ کر چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد تمہارے دولھا بھائی تشریف لائے اُن کے آنے پر میں کل کی طرح نہ بید و خائف تو نہ تھی لیکن رُعب ضرور تھا۔ وہ آئے اور بیٹھنے سے پہلے انہوں نے میرے سامنے رومال سے ڈھکی ہوئی کوئی چیز رکھی۔ پھر میرے پاس بیٹھ کر بے تکلفی سے بیٹھنے اور گھونگٹ اٹھا دینے کی فرمائش کی۔ میں نے حکم کی تعمیل تو کی لیکن کھُلے مُنہ بیٹھتے ہوئے بڑی شرم آئی۔ انہوں نے میری صورت دیکھتے ہی معقول اور مہذب گفتگو شروع کی اور میرے سمجھانے اور تعین کرنے میں کافی وقت صرف کیا۔

میں ان کی اس دلدہی اور ہموار کر لینے والی تدبیر کو بڑی اچھی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔ ان کی اس سمجھداری اور سلامت روی کے مقابلہ میں نئی والے خیالات کو بہت برا سمجھتی ہوں۔ خیال کرو کہ آج انہوں نے بیٹھنے سے پہلے ہی مجھ کو اپنا مشغلۂ لطف بنا لیا۔ اُن کے محبت آمیز اشتیاق کو اگر میں روکتی تو تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھ کو راضی کر ہی لیتے لیکن اُن کو اپنے جذبے اور ارمان کے پامال ہونے کا کس قدر ملال ہوتا۔ اور مجھ پر کیا اثر پڑتا؟ غرض آج انہوں نے آتے ہی بے تکلف بنا لیا۔

سجیلہ! میں جھوٹ نہ کہوں گی۔ گو شرم روکتی تھی لیکن میری کسی حرکت سے غالباً ان کو میرے اندرونی جذبات کا ذرہ برابر پتہ نہ چلا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ چونکہ

مرد ہیں اور مرد عقلمند اور صاحب علم ہوتے ہیں۔ میرے دلی جذبات کا حال معلوم کر لیا
اور تھوڑی دیر محبت کا عملی برتاؤ رہا۔ پھر انہوں نے رومال سے ڈھکی ہوئی مٹھائی
کی تواضع کی اور میرے تکلف کرنے پر اپنے ہاتھ سے خاطر کی۔ میں ہر چند عذر کرتی
رہی لیکن وہ نہ مانے۔ میں نے مجبور ہو کر چاہا کہ اپنے ہاتھ سے کھاؤں لیکن اپنے ہی
ہاتھ سے کھلا کر دم لیا۔ اور میرے مکرر معافی چاہنے پر باقی مٹھائی اٹھا کر الماری میں رکھ
دی۔ پھر اپنے ہاتھوں سے میرے سر اور گلے کے پھولوں کے زیور کی ترتیب درست کی
اور کہا کہ تمہارے شوق کے زیور کو میں نے مل دل کر بے ترتیب کر دیا۔ تم ہو۔ نہ تو ہوگا
مجھے اُن کے اس کہنے پر ہنسی آ گئی۔ کیا مزے میں کہتے ہیں کہ "تمہارے شوق کا زیور"
میرے ہنسنے پر اُن کا اصرار شروع ہوا کہ "ہنسی کس بات پر آئی؟"

میں نے "کچھ نہیں" اور "یونہی" کہہ کر ٹال دیا۔ لیکن ان کا اصرار ترقی ہی
کرتا رہا۔ تب میں نے شرماتے شرماتے کہا کہ "پھولوں کا زیور میرا ذاتی شوق نہیں ہے
یہ میری ہمجولی عائشہ نے آپ کی خوشی کے لئے میرے بدن پر لاد دیا ہے"۔ اس پر پیارے
لہجہ میں جواب دیا گیا کہ "ہاں واقعی تم کو اپنی آراستگی کا شوق کیوں ہوتا۔ تم کو تو شرم
و حجاب کا شوق ہے۔ تمہاری ہمجولی نے واقعی تم پر یہ ظلم کیا ہے۔ تمہارے نازک جسم
پر یقیناً تمہارے پھولوں کا بوجھ ہوگا۔ لیکن اس کے بنانے اور سجانے میں تمہاری
ہمجولی نے کمال ہی کیا ہے۔ ان کے [illegible] لینے کا اگر تم کو رنج نہ ہوگا تو تمہاری ہمجولی
کو ضرور ہوگا۔ تمہارے شوق کا نہ سہی تمہاری ہمجولی کے شوق کا صحیح میں نے ہی
اس کو خراب کیا ہے۔ لاؤ میں ہی درست کر دوں"۔ میں پھر مسکرائی اور میں نے نیچی
گردن کئے ہوئے کہا کہ "بنانے اور سجانے والی نے تو بنا اور سجا دیا۔ اب تو درست

کرنے والے کا شوق ہے کہ بے ترتیب نہیں دیکھی جاتی"۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ شرما کر چپ سی ہو گئی
لیکن وہ بڑی دیر تک ہنسے اور ہنستے ہوئے کہا "آپ نے تو یہ ثابت کر دیا کہ یہ
پھولوں کا زیور میرا شوق ہے۔ خوب، خوب! تم خود بھی لگتی ہو اور اپنی ہمجولی کو
بھی نہایت بچاتی ہو۔ ماشاءاللہ تم تو چھپی رستم نکلیں۔ مگر ہاں تم تو یہ کہہ رہی تھیں کہ
میری ہمجولی نے میرے بدن پر لاد دیا ہے۔ جب یہ زیور تم میرے شوق کا نہ تھا
ہو تو لاد دینا کیسا؟"

میں نے نیچی نظریں کئے ہوئے کہا "جب آپ نے میرے شوق کا کہہ کر اپنے
شوق سے بے تعلقی ظاہر کی تو یہ زیور نہ آپ ہی کے شوق کا رہا اور نہ میرے ہی
شوق کا۔ پھر تو یہ بوجھ ہی رہا"۔ اتنا کہہ کر میں پھر چپ ہو گئی۔

سجیلہ! جو کچھ میں کہہ چکی ہوں یہ تو دنیا میں ہوتا ہی ہے۔ کہیں زیادہ اور کہیں بہت
کے ساتھ کم۔ لیکن مجھ کو اس کی بڑی خوشی ہے کہ خدا نے مجھ کو میرا رفیق زندگی خوش
لہجہ، خوش گو، مہذب اور شفیق دیا ہے۔ میری زبان میں تو طاقت نہیں کہ میں اپنے
اللہ کا شکر ادا کر سکوں۔ خدا کرے کہ میں بھی ان کی صحبت میں ایسی خوبیاں اپنے میں
پیدا کر سکوں۔ اس قدر فدوی اور اثر میں ڈوبے الفاظ سے بات کرتے ہیں کہ اُن
کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ دل میں اُتر جاتا ہے۔ غرض آج وہ کل سے زیادہ مجھ
سے پیار و محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے شیر و شکر ہوتے جاتے تھے۔ میں نے اُن کی
بے خودی کی سی کیفیت کی حالت میں اُن سے کل کی نشانی رہی کا ذکر کرتے ہوئے
معافی کی درخواست کی لیکن انہوں نے تھوڑی دیر اس کا خیال رکھا۔ ایسے موقعوں
پر عورت کا ضبط و تحمل سے کام لینا بہت مشکل ہوتا ہے۔ شرم و حجاب ہی ایسی

چیزیں ہیں جو عورت کو بڑی حد تک مضبوط و متحمل بنائے رہتی ہیں۔ عورت کو اگر فطرت نے حجاب کا مادہ نہ دیا ہوتا تو ایسے موقع پر عورت مرد سے آگے آگے ہوتی۔ اسی بے تکلفی کے مشاغل میں مجھ سے کہا گیا کہ ہمارا بے تکلفی کے ساتھ پیش آنا تم کو تکلیف ہی دیتا ہے۔ لیکن تم سے کوئی امید نہیں ہوتی۔ کیا تم کو یہ حق حاصل نہیں کہ شریک زندگی سے اظہار لطف کرو۔ تمہاری شرم کب تک تم کو ساکت رکھے گی؟ دیکھو ان فطری تعلقات میں جو حق مجھ کو تم پر ہے۔ یہی حق تم کو مجھ پر ہے۔ تمہاری خاموشی اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ میری بے تکلفی تم کو ناگوار ہوتی ہے اور بے تکلفی سے پیش آنے کو تم اپنے لئے برا سمجھتی ہو اگر یہی بات ہے تو تم کہہ دو میں تم کو بے چین نہ کروں گا۔" یہ باتیں سنکر میں بہت متاثر ہوئی۔ لیکن پھر وہی حجاب آڑے آیا اور منہ سے کچھ نہ کہا گیا۔ لیکن ہاتھوں نے حرکت کی اور گردن میں حائل ہو گئے۔ پھر میں نے اپنا سر انکی گود میں رکھدیا۔ گویا میں نے اپنے آپ کو اُن کے قبضہ میں دیدیا۔ اور بتادیا کہ میں اس سے زیادہ بے تکلفی شرم و حجاب کی موجودگی میں اور کیا کر سکتی ہوں کہ بے تکلف اپنے آپ کو حوالہ کردیا۔ اس کا شکریہ اُن کے ہاتھوں اور لبوں نے بار بار ادا کیا۔ اس وقت مجھ کو کل کی اچھی بری دونوں راتوں کا خیال آرہا تھا۔ اور اُن کے مشاغل کے اثرات کل کے لطف کو بھی پیش نظر کر رہے تھے۔ آج کی عجیب و غریب لطف اندوزیوں کے بعد میرا یہ خیال ہو گیا ہے کہ عورت کی جوانی کے لئے مرد ایک بڑی اور سب سے بڑی نعمت ہے۔ زہے نصیب اُن عورتوں کے جن کے شوہر سچی محبت دل میں لئے ہوئے اپنے جذبات کے ساتھ ساتھ اپنی بیوی کے جذبات کو بھی دوش بدوش رکھتے ہیں۔ میرے دل میں آج کل سرزیدہ محبت کے پھول شگفتہ تھے۔ اور ان کی خوشبو سے دماغ معطر تھا۔

آخر میں میری محجوب نگاہیں جن میں میری دلی محبت بھری ہوئی تھی اُن کے مسرور چہرے پر پڑیں۔ اور جھک گئیں۔ میں نے محبت کی مُہر کا پھر الزام دیا۔ انہوں نے معذرت کر کے سونے سے پہلے دودھ پیا اور پلایا۔ اور صبح کو پیار و محبت کا اظہار کرتے ہوئے چلے گئے

بہارِ عروس۔ اس کتاب میں دلہن کی ڈائری کی مخاطب ہمجولی نے حسب وعدہ اپنی شادی کی ابتدائی راتوں کا حال لکھا ہے۔ عام شہرت ہے کہ دلہن کی ڈائری سے یہ کتاب یعنی بہارِ عروس بہت زیادہ دلچسپ اور پراز معلومات ہے۔ فہرست مضامین ملاحظہ ہو

دولہا دلہن اور تخت کی رات	دست خائی میں اشرفی	عروس کو حجاب شکنی کی شرم	اظہار مطلب
ملے دلے پھولوں کی قدر	پیکر حسن حجاب پہلی گدگدی	عروس کے شیریں خیالات	پرارمان دولہا کا طرز عمل
الخاموشی نیم رضا	نوعروس کا نیا خیال	عروس نازک کے بھولے خیالات	پیکر عروس ذوق برق نیاز میں
دلہن کا نازک دل دولہا کی مٹھی میں	ارتباط کی ابتدا	قلب نازک میں مسرت کی لہریں	رخصتی کے وقت عروس کو ہدایات
شوخ ہمجولی کی چھیڑ چھاڑ	خلوت کدہ میں زیور کی جھنکار	گلشن عیش میں دولہا دلہن	حسن شباب میں تازہ بہاریں
ہمجولیوں کی یاد	وقت مخصوص کے لئے نصیحت	مغرور دولہا کا واقعہ	گلشن عیش میں دولہا دلہن کی چہل قدمی
سحر وصل میں کروٹیں	قلب نازک کی دھڑکن	دولہا کی زبانی دلچسپ نقل	باب عیش کی قفل کشائی
دولہا دلہن میں کار آمد باتیں	نقاب عروس پر بیباک دست شوق	خلوت کدہ میں عروس	دولہا کی مطلب براری
غائب مطلوب کی نگاہوں میں شکست	دلہن کی سحر کرنیوالے کلمات	ہمجولی کی پُر مذاق چٹکی	نرم و نازک دل میں خلش
غم بھری داستان کا اشتیاق	ہمجولی کا شرمانے والا سوال	شباب دل کی دو نقلی خبریں	وغیرہ وغیرہ

اپنے ہاں کے کتب فروش سے خریدیئے یا ہم سے منگایئے

ادارہ ادب ۱-یوسف علی بلڈنگ ۲۸۲ فریر اسٹریٹ۔ صدر کراچی نمبر ۳

تیسرا دن اور تیسری رات

دولہا دلہن کی نتیجہ خیز چھیڑ چھاڑ

آج صبح کو اوّل گلاب آئی اور میری بلائیں لے کر مجھ کو حوائج ضروری سے فارغ کرایا۔ میں نے گلاب سے مہرو کو دریافت کیا۔ گلاب نے کہا کہ وہ اور سب گھر والے بھی جو رہے تب میں بھی سو رہی تھی لیکن اماں نے مجھے جگا کر کہا کہ تڑکا ہوا۔ خانم صاحب [illegible] گئی ہیں تم کوٹھے پر جاؤ اب مہرو بھی اٹھنے ہی والی ہیں۔" یہ کہہ کر گلاب نے مجھ کو سیدھا لٹا کر میرے پیر دبائیں جس کی وجہ سے مجھے بہت آرام ملا۔ گلاب نے پوچھا "دولہا میاں تم سے بے تکلفی اور بے اعتنائی سے تو پیش نہیں آتے اور تمہاری مرضی کے خلاف تو کوئی بات نہیں کرتے؟" اس کے جواب میں میں نے ہوں ہاں کر کے ٹال دیا۔ تھوڑی دیر میں مہرو بھی آئیں اور میری مزاج پرسی کی۔ میں حسب دستور بیٹھ گئی اور دوسرے لوگوں کے آنے پر زیادہ احتیاط سے سنبھل کر بیٹھی۔ میری ساس صاحبہ بھی آئیں۔ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں۔ [illegible] مہرو نے میری طرف سے سلام کہا۔ وہ لڑکیاں بھی آئیں جو پہلی شب کی تنگ کو [illegible] کر رہی تھیں لیکن آج تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتیں کر کے چلی گئیں۔ آج ان لڑکیوں کے جانے کے بعد مہرو نے مجھ سے کہا کہ ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کی شادی کو پانچواں مہینہ ہے اور پانچ مہینے کا حمل ہے یعنی پہلی شب سے ہی حاملہ ہے یہ سن کر میں ڈر گئی اور مجھ کو بڑی وحشت ہوئی۔ اور اللہ سے دعا کر کے خاموش ہو گئی۔

دن تک برابر عورتوں کا آنا جانا رہا۔ بعد ان کے ایک ایک کر کے سب چلی گئیں تو میں گلاب اور مہرو بھی جانے لگیں۔ میں نے پوچھا تم مجھ کو تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہی ہو؟ انہوں نے کہا کہ "تم اپنے دولہا صاحب کے ساتھ ناشتہ کرو گی۔" یہ کہہ کر وہ چلی گئیں۔ اور میں سر جھکائے بیٹھی رہی۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک بڑا خوان لائیں اور میرے سامنے رکھ کر چلی گئیں۔ اس کے بعد خود بدولت تشریف لائے۔ آنکھوں میں نیند کا خمار اور چہرے پر شب بیداری کے آثار تھے میرے قریب کھڑے ہو کر ایک انگڑائی لی اور [illegible] میرے قریب بیٹھ گئے۔ اور لطیف باتوں سے مجھے خوش کرنے لگے۔ پھر منہ ہاتھ دھو کر فرش پر میرے ساتھ بیٹھ گئے۔ خوان پوش ہٹایا اور میری خاموشی پر "منہ زوری" کہہ کر اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں ایک لقمہ دیا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے دو لقمے کھائے۔ یہ بھی ایک نئی بات تھی حجاب دامنگیر ہو رہا تھا۔ بعد ازاں دوسرا لقمہ پھر میرے منہ میں دینا چاہا۔ میں نے اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔ کھینچ لیا اور مسکرا کر کہا کہ "میرے ہاتھ گندے نہیں ہیں بس یہ اور میرے ہاتھ سے کھا لو۔"

میں نے شرما کر سر جھکا لیا تو ایک نیا فقرہ کسا یعنی مسکرا کر کہا "یہ تیری شان! ہنسی تو آئی مگر جھک کر ہنسنا یہ تو کچھ نہیں!" اس کے بعد میں نے خود اپنے ہاتھ سے کھانا کھایا۔ کھانا کھانے میں اتفاق سے میرے سر سے ایک مرجھایا ہوا پھول کھیر کے پیالہ میں گرا میں نے اس کو نکال کر پھینکا تو ان کو "شوق والے زیور کا مذاق" یاد آ گیا اور میرے سامنے سے کھیر کا پیالہ اٹھا کر کہا "اس میں میرے شوق کے زیور کا ایک پھول گرا ہے۔ یہ پیالہ بھی میرے شوق کا ہونا چاہیے۔" میں اس پر شرما کر رہ گئی۔ انہوں نے

کھیر کے چمچے میرے منہ میں یہ کہتے ہوئے دیئے کہ "اچھا ہمارے شوق میں تم بھی شریک ہو جاؤ"۔ میں نے مسکرا کر چند چمچے کھیر کے کھائے۔

بہن نجیلہ! ان کی اس قسم کی چھیڑ چھاڑ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ میرے دل میں اُن کی محبت روز افزوں ہے اور سچ پوچھو تو اب اُن کی باتوں میں مجھ کو خاص لطف آنے لگا ہے۔ ان کے برجستہ فقرے میرے دل میں محبت کی گدگدیاں پیدا کرتے اور زیادہ دیر تک لطف محبت اٹھانے پر مجبور کرتے ہیں۔ میں خیال کرتی ہوں کہ جس دلہن کا شوہر اپنی دلہن سے اس طرح مہذب انداز میں برتاؤ نہ کرتا ہوگا وہ دلہن کس قدر اداس رہتی ہوگی۔

جب میں نے کھانے سے دست کشی کی تو میرا ہاتھ پکڑ کر اصرار کیا کہ "یہ ہرگز نہ ہوگا۔ میرا ساتھ دو جب تک میں کھاؤں تم کو بھی کھانا پڑے گا"۔ میں نے بھوک نہ ہونے کا عذر کیا تو انہوں نے خود بھی کھانا ختم کر دیا۔ اور زینہ کے دروازہ میں جا کر اپنی انا کو آواز دیکر خوان واپس دیا۔ خود آکر صراحی سے پانی پیا اور مجھ کو بھی پلایا۔ ان سب کاموں سے فراغت پاکر مسہری پر لیٹ رہے اور مجھ سے مخاطب ہو کہا "آج تمہاری خالہ صاحبہ کے گھر سے تمہارے بلانے کو دو مرتبہ آدمی آچکا ہے لیکن میں نے تمہارا جانا کل تک کے لئے ملتوی کر دیا ہے۔ میری یہ مداخلت تم کو ضرور ناگوار گزرے گی لیکن میں ایسا کرنے پر ایک حد تک مجبور تھا تم کو شاید معلوم نہیں کہ میں یہاں دس روز کی رخصت پر آیا ہوں اس لئے کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ جتنا وقت میں تمہارے ساتھ بسر کر سکوں میرے اور تمہارے دونوں کے لئے مفید اور باعث فرحت و تسکین قلب ہوگا۔ میرے جانے کے بعد تم آزادی کے ساتھ اپنے اعزہ میں مہمان رہنے کو جا سکو گی۔ سچ بتانا آج کا

رُک جانا تم کو ناگوار تو نہیں ہوا۔ اگر واقعی میں نے تمہارے خلاف مزاج تم کو روکا ہے تو مجھ کو پچھتانا پڑے گا۔ مجھ کو خود یہ بڑا معلوم ہوگا کہ تمہارے دل کو میری ذات سے کسی قسم کا صدمہ پہنچے۔ بہرحال اگرچہ میں نے تمہارا جانا کل تک کے لئے ملتوی کر دیا ہے لیکن اگر تمہارا دل چاہتا ہو تو میں بڑی خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ میں تم کو خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ تم اس معاملہ میں میری خاطر سے اپنی خواہش کو پامال نہ کرنا اور میری ہاں میں ہاں نہ ملانا اگر تمہاری مرضی ہو تو آج رُک جاؤ کل چلی جانا۔ اور اگر جانے کو جی چاہتا ہو تو صاف صاف کہہ دینا میں تمہاری مرضی کو اپنی مرضی پر ترجیح دوں گا"۔

ان کے اس سوال کا جواب میں نے کسی تامل یا تکلف کے بغیر یہ دیا کہ "اب دُنیا میں میرے خلاف مزاج کوئی کتنی ہی بڑی بات کیوں نہ ہو اگر آپ کی خوشی اس میں ہے تو میں بھی دل سے خوش ہوں گی اور میرے لئے کتنی ہی خوشی کی کوئی بات کیوں نہ ہو اگر آپ اس میں ناخوش ہوں تو میں بھی اس بات سے ناخوش ہوں گی یہ اس آنے جانے کا معاملہ ہی پر منحصر نہیں ہے۔ میں ہر بات کے لئے اور ہمیشہ کے لئے اپنا یہ اصول آپ پر ظاہر کرتی ہوں"۔ میری اس گفتگو کو بڑے غور سے سنکر کہا کہ "یہ تمہاری شرافت اور نیک دلی ہے۔ اسی طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ مجھ سے تم کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔ تمہارے اس کہنے سے تو مجھے اطمینان ہو گیا لیکن اب یہ خیال ہے کہ تمہاری خالہ صاحبہ کہیں ہم سے ناراض نہ ہو جائیں۔ اور اپنے دل میں ہماری شکایت کو چھپا رکھیں اگر ایسا ہوا تو مجھ کو اس کا بھی ملال ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے خاندان والے اور تمہارے خاندان والے باہم شیر و شکر رہیں نہ ادھر سے ان کے خلاف کوئی بات ہو نہ ادھر سے مخالفت کی کوئی صورت پیدا ہو آپس کی رنجشوں اور کشیدگیوں کا بُرا اثر

پڑتا ہے اور اس کی ذمہ داری تمہارے اور میرے اوپر عائد ہوتی ہے۔"

پھر انہوں نے کہا کہ "ہم مسلمانوں میں، ہندوستانیوں میں خوب گاڑھی چھنتی ہے لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد چھوٹی چھوٹی باتیں دلوں میں سلگ سلگ کر آخر آگ لگا دیتی ہیں۔ اور بیوقوف دولھا دلہن اپنے عیش و عشرت میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نتیجہ بعض اوقات بہت خراب اور تباہ کن نکلتا ہے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی اور معمولی سے معمولی بات کا خیال رکھا جائے اور ایک دوسرے سے رواداری، ہمدردی، محبت اور یگانگت کا سلوک کرے تو ہرگز ہرگز ایک کو دوسرے سے شکایت نہ ہو سکے۔ مثال کے طور پر ایک اسی واقعہ کو لے لیجئے کہ کل تم اپنے تایا صاحب کے گھر تو بڑی ہنسی خوشی مہمان رہ آئیں لیکن آج خالہ جان کے طلب کرنے پر صرف میرے روکنے سے تم رک گئیں۔ خالہ صاحبہ اپنے دل میں خدانخواستہ اس کی شکایت رکھ لیں۔ اور کسی آئندہ موقع پر وہ میری اماں جان سے اس کا بدلہ لینا چاہیں تو چونکہ اماں جان اس معاملہ میں بالکل ہی بے قصور ہوں گی۔ اس لئے ان کے صاف قلب پر اس بدلے کا بہت زیادہ اثر پڑے گا۔ وہ سیر کا دو سیر جواب دیں گی۔ رفتہ رفتہ ذیلی گروہ بندی اور خاندان بندی ہو کر پوری پوری رنجشیں ہو سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر مجھ سے خدانخواستہ یہ بیوقوفی ہو کہ میں اپنی اماں جان کا ساتھ دوں اور اسی طرح تم اپنے بزرگوں کی ہمخیال ہو جاؤ تو پھر دیکھنا لوگ یہی کہیں گے کہ کل تک تو دونوں دولھا دلہن شیر و شکر اور ایک روح دو قالب تھے۔ اور آج ایک دوسرے کا مخالف ہو گیا ہے۔ نتیجہ سوائے خانہ بربادی اور جگ ہنسائی اور ہر وقت کی سوخت اور کوفت کے

اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اختلاف مزاجی کے سبب میاں اور بیوی کی زندگی تلخ اور دنیا دوزخ ہو جاتی ہے۔ ان خرابیوں کا بانی وہی قرار دیا جا سکتا ہے جو اپنی جوانیوں اور عیش پرستیوں میں مدہوش ہو کر ایسی ایسی معمولی باتوں میں ایک دوسرے کی تالیف قلب نہیں کرتے۔ بغرض اب اتنا وہم میرے دل میں رہ گیا کہ آج تمہارے نہ جانے سے تمہاری خالہ جان کی دل شکنی ہوئی اور اس کا ان کو رنج ہوگا۔ تمہاری طرف سے تو اطمینان ہو گیا۔ لیکن تمہاری خالہ جان کی طرف سے طبیعت بے اطمینان ہے۔ تمہارا نہ جانا ان کو ناگوار ضرور ہوا ہوگا۔"

میں نے کہا کہ شریف گھرانوں میں لڑکی دے کر دولھا والوں کو ناراضی کا موقع جہاں تک ممکن ہوتا ہے نہیں دیتے۔ اس لئے میرے گھر والے میری طرح آپ کی خوشی کے خواہاں ہوں گے۔ آپ کی اور آپ کے گھر والوں کی خلاف مرضی کوئی بات اس طرف سے نہیں ہوگی۔ ان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ آپ کے گھر والوں کے خلاف کوئی بات قائم کرکے ناگواری کا اظہار کریں۔ جب انہوں نے مجھ کو آپ کی کنیزی میں دے دیا تو میرے متعلق جملہ حقوق بھی آپ کو دے دیئے۔ پھر ناگواری کسی کو کیوں ہو۔ میری امی جان تو بڑی صاف دل اور نیک خیال بی بی ہیں۔ اسی طرح کے خیالات ان کے ہیں جیسے آپ کے۔ وہ تو خود دوسروں کو ایسی ہلکی ہلکی باتوں سے احتراز کرنے کی نصیحتیں کرتی رہتی ہیں ان کی طرف سے تو کسی طرح کا وہم و گمان نہ کیجئے۔ وہ مجھ کو باتیں فی الواقع آپ کی مرضی معلوم کر کے بتاتی ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کے گھروں کے جو واقعات سنائے سب صحیح ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تلخ اور ہولناک نتائج کے ذمہ دار ہیں جو

آپ نے بیان کئے۔"

میرا جواب سُن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ کل تم بغیر بلائے ہی خالہ جان کے ہاں چلی جانا تاکہ ان کا تکدر جاتا رہے۔"

اس قسم کی باتیں دیر تک ہوتی رہیں۔ مجھ کو اُن کے خیالات سے بہت کچھ تقویت اور اطمینان ہو رہا ہے اور ان کی باتوں سے ایسے ایسے سبق ملتے ہیں کہ مجھ کو اپنی آئندہ زندگی کو کامیاب زندگی بسر کرنے کا اطمینان ہوتا جاتا ہے۔ میں خیال کرتی ہوں کہ اگر شروع ہی سے زن وشوہر کے تعلقات ایسے رہیں کہ ایک دوسرے کے جذبات وخیالات کا پورا پورا خیال رکھے رواداری برتے اور عزت وعظمت کا محافظ رہے تو یقین ہے کہ کسی گھرانے میں نااتفاقی نظر نہ آئے۔ لیکن ہماری قوم میں جہالت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ شادی بیاہ بالکل ہی آنکھیں بند کر کے کئے جاتے ہیں۔ جہالت اور رسومات کی اس قدر زیادتی ہے کہ ان کی موجودگی میں تعلقات کی شگفتگی کا امکان نہیں اور کچھ پایا بھی جائے تو اس کا قیام ناممکن ہے۔ غرض اسلامی خاندانوں میں یوں تو شرافت اور عزت کا رونا بہت کچھ رویا جاتا ہے۔ لیکن تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ سب میں اخلاق وتہذیب نہ ہونے سے خانگی زندگی بہت ہی ابتر ہے۔

دولھا اور دُلہن جو عمر بھر کے لئے نتھی کئے جاتے ہیں ان کی طبیعتوں میں مناسبت کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ تعلیم یافتہ کو ایک جاہل دلہن دیدی جاتی ہے۔ جو کسی طرح اپنے شوہر کے موافق رہ کر زندگی کے دن پورے نہیں کر سکتی دنیا شناسی سے بے بہرہ اور حقوق سے قطعی ناواقف۔ ایسی صورت میں یقیناً

شرمناک اور ذلیل واقعات رونما ہو کر نسلوں پر اثر پڑتا ہے۔ آج میں یہ دیکھ رہی تھی کہ ان کی ہر ایک بات میں ایک سبق اور زبردست نصیحتیں تھیں جن کا اثر میرے دل پر نقش ہو رہا تھا اور میں اپنے دل میں نہ صرف [illegible] کی بلکہ ان کے گھر کے ہر چھوٹے بڑے کی عزت اور وقعت پاتی تھی۔ اسی قسم کی بہت سی نصیحت آمیز باتیں کرنے کے بعد مجھ سے پان کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے پان بنا کر پیش کیا میں دیکھ رہی تھی کہ ان کی حرکات وسکنات اور نگاہوں سے مسرت اور محبت ظاہر ہو رہی تھی۔ مجھ سے ایک پرکیف انداز میں کہا کہ "تم بھی تو پان کھاؤ"۔ میں نے ان کی خواہش کے مطابق دوسرا پان بنایا انہوں نے اس پان کو میرے ہاتھ سے لے کر میرے منہ میں دیا میں ذرا شرمائی۔ پھر وہی بے باکیاں پہلی سی دکھلانے لگے۔ جب میں نے پان منہ کر ان کو دیا تھا تو انہوں نے میرے ہاتھ سے پان اپنے منہ میں لیا اور میری انگلی کو اپنے دانتوں سے دبا لیا۔

کہنے لگے بار بار یہ کہنا کہ اُن کی چھیڑ چھاڑ سے شرم آجاتی ہے ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ تم نے یہ تو صاف صاف الفاظ سے اس کا اندازہ کر لیا۔ اگرچہ جواب کے بہت سے [illegible] چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی اُن کی ہر ادا اور ہر ایک حرکت شرما ہی دیتی ہے۔ وہ نگاہ بھر کر دیکھنے میں تو اپنی آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے [illegible] انگلی اپنے دانتوں سے دبائی تو میں شرما گئی۔ انگلی چھوڑ کر مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا تمہارے پاس تو ہماری ہر بات کا جواب شرم کے سوا کچھ نہیں [illegible] کو معلوم نہیں کہ تمہاری شرم اور زیادہ باعث پیار ہوتی ہے۔ اس کے بعد [illegible] سے کہا کہ آج سر میں خفیف سا درد ہے۔ ہمارا سر ذرا ٹٹولو پر

رکھ کر ہلکے ہلکے دباؤ۔ تمہارے ہاتھ سے آرام معلوم ہوگا۔

بہن حمیدہ! اس خدمت میں بھی بے حجابی پائی جاتی تھی۔ اس سے اس کی تعمیل سے بھی شرم نے روکا۔ لیکن یہ خدمت حقیقت میں ایک فرض تھا اور پھر انسانی ہمدردی بھی۔ اس لئے میں نے زیادہ تامل نہیں کیا اپنے زانو پر اُن کا سر رکھ لیا اور اُن کی پیشانی کو آہستہ آہستہ دبانے لگی۔ وہ میری ہی طرف کروٹ لئے لیٹے تھے۔ سر دبانے سے اُن کو آرام ملا۔ اور نیند آگئی۔ میں نے اُن کو نیند میں غرق پاکر اُن کے بالوں سے جو تیل سے بے حد ملائم تھے اور جن سے بھینی بھینی خوشبو آرہی تھی ... کھیلنا شروع کر دیا۔ یعنی اپنی انگلیاں ان کے بالوں میں ڈال کر آہستہ آہستہ کھینچنے لگی۔ اس سے غالباً ان کو اور آرام ملا۔ اور وہ دیر تک غافل سوتے رہے۔ میں چونکہ ایک ہی نشست پر دیر تک بیٹھی رہی اس لئے تھک گئی۔ سرہانے رکھے ہوئے گاؤ تکیہ پر میں جھک گئی۔ گھنٹے ان کو سوتے ہوئے گزر چکے تھے میری ایک ٹانگ سن ہو گئی تھی۔ لیکن حمیدہ یقین کرنا ان کی یہ خدمت اور میری یہ تکلیف میرے لئے آرام تھا۔ میں تم کو یہ بتلاؤں کہ آرام کیوں معلوم ہو رہا تھا یہ صرف ان کی محبت کے اثر سے۔ محبت پیدا ہونے کا سوال اپنے دل سے کرتی ہوں، تو میرا دل جواب دیتا ہے کہ جب تک میری اور اُن کی صورت آشنائی نہیں ہوئی تھی۔ اور جب تک میں ان سے ہم کلام نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت تک میرے دل میں ایک خوف اور ناواقف آدمی کا رعب چھایا ہوا تھا خصوصاً اس خیال سے کہ وہ شوہر ہیں حاکم ہیں۔ ان سے مجھ کو کسی قسم کی ہمدردی یا محبت کی توقع ہی نہیں تھی۔ کیونکہ مسلمان گھروں کی حالت میرے

پیش نظر تھی جہاں بیوی کو لونڈی سے بدتر خیال کیا جاتا ہے لیکن ہم کلام ہونے اور آنکھیں چار ہونے پر اُن کا پیار و محبت کا برتاؤ۔ اُن کی اہلیت اور اخلاق میرے دل میں گھر کر گیا۔ ایسی حالت میں میں اپنے مہربان اور ہمدرد حاکم کی خدمت میں اپنا فرض نہ سمجھتی تو بلاشبہ ناشکری تھی۔ میں ان کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار تھی۔ اور ہمیشہ تیار رہوں گی۔ اگر میں ان کو بوالہوس اور خود غرض پاتی تو اُن کی محبت یقیناً میرے دل پر اثر نہ کرتی۔ اور ایسی حالت میں میں خدمت تو ضرور کرتی لیکن دنیا کے دکھلانے کی غرض سے خلوص کے ساتھ دل سے نہیں۔ اور اپنی ٹانگ سن ہو جانے کی تکلیف کو تکلیف ہی سمجھتی۔ لیکن میں سچ کہتی ہوں کہ میرے دل میں ان کی پہلی ہی رات کی گفتگو ہمدردی اور اخلاق نے اُن کی محبت پیدا کر دی تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اُن کے اخلاق نے جادو کر دیا تھا اور میں ان کے پسینہ پر اپنا خون گرانے کو تیار تھی۔

تعجب ہے اُن بیویوں پر جو اپنے شوہر کی خدمت سے گھٹتی ہیں ایسی بیویاں یا تو ناقدر شناس اور احسان فراموش ہوتی ہوں گی یا یہ کہ اُن کے شوہر خود غرض اور بوالہوس ہوتے ہوں گے۔ اور وہ اُن کے قلوب کو اپنی مٹھی میں نہ لے سکتے ہونگے یہ سب کچھ صحیح کہ میری ٹانگ سن ہو کر مجھ کو تکلیف دے رہی تھی لیکن صرف اس خیال سے میں نے اپنی نشست بدلنی گوارا نہ کی کہ اُن کے سر میں درد تھا۔ وہ جانتے وہ آرام پا رہے ہیں۔ اور میرے پہلو بدلنے سے ان کے آرام میں خلل پڑے گا۔

آخر دو گھنٹے آرام کرنے کے بعد وہ چونکے۔ اول میرے چہرے کو بندے کے

خمار میں سرخ آنکھوں سے دیکھا اور پھر ٹائم پیس پر نظر ڈالی اور میرے زانو سے اپنا سر اٹھا کر تکیئے پر رکھتے ہوئے کہا کہ "میں نے تم کو بڑی تکلیف دی۔ تم دو گھنٹے تک ایک ہی نشست بیٹھی رہیں۔ مجھ کو نیند میں مطلق خبر نہ ہوئی۔"

میں نے کہا "آپ آرام کیجیے۔ مجھ کو کچھ تکلیف نہیں ہوئی۔" میں نے محسوس کیا کہ اُن پر میری اس تکلیف کا غیر معمولی اثر تھا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اُنہوں نے کہا "جب میں سو گیا تھا تو تم کو چاہیئے تھا کہ میرا سر تکیئے پر رکھ کر خود بھی آرام کرتیں۔" میں نے کہا مجھ کو تو کچھ بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ آپ کے سر میں درد ہے آپ آرام سے سوتے رہیئے۔"

یہ سُن کر انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا "اب مجھ کو نیند جب آئے گی جب تم بھی آرام کرو گی۔" یہ سنکر میرے دل میں کسی خیال نے گدگدی پیدا کی۔ میں نے زیور اُتارا اور قرینے سے رکھ کر اُن سے پان کا شوق فرمانے کو دریافت کیا۔ انہوں نے پان کی خواہش ظاہر کی اور ساتھ ہی مجھ سے بھی پان کھانے کی تواضع کی۔ میں نے پان بنا کر دینا چاہا۔ اس مرتبہ میں کیا بتاؤں کس طرح پان کھایا۔ اور مجھ کو کھلایا دونوں نے ہاتھوں کا کام لبوں سے لیا۔ اور یہ خدمت بھی ان کی خاطر شرما لجا کر پوری کرنی پڑی۔ اس نئے انداز سے پان کھا اور کھلا کر اُن سے خاموش نہ رہا گیا۔ میں اُن کے ہاتھوں تفریحی مشاغل میں ایک کھلونا معلوم ہونے لگی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ میں خود اُن کی آغوش میں پہنچ گئی تھی۔ یا انہوں نے اس طرح قابو میں لے لیا تھا۔ میں ان کے اس تیسرے شغل کے بعد اپنے دل میں اُن کی محبت کو زیادہ اور بہت زیادہ پا رہی ہوں۔ اُن کی صحبت اور یکجائی کے ارمان ترقی پر ہیں۔

میرے خیال میں یہ سب اُن کی محبت کے اثرات ہیں۔

۳ بجے دن تک وہ اپنے خانگی معاملات میں نصیحت آمیز باتیں کرتے رہے۔ یہ میں شاید کسی جگہ تم پر ظاہر ہی کر چکی ہوں کہ اُن کی ہر بات میں میرے لئے کارآمد سبق ہوتے ہیں۔ اور میں اُن اسباق پر کاربند رہنے کو دل و جان سے تیار رہتی ہوں اور ہمیشہ رہوں گی۔

۴ بجے کے قریب وہ نیچے چلے گئے۔ اور گلاب و مہرو وغیرہ آئیں۔ اور کچھ گھر کے اور لوگ بھی آتے جاتے رہے۔ شام تک سلسلہ آمد و رفت کا یہی جاری رہا۔ شب کو کھانا اپنی نند اور اُن کی لڑکیوں کے ساتھ کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد میرے سر میں درد شروع ہوا۔ اور رفتہ رفتہ ترقی کر گیا۔ تمہارے دولھا بھائی کے آنے تک حرارت ہو گئی۔ انہوں نے دودھ پلانے میں اصرار کیا اور میں نے اُن کے کہنے سے تھوڑا سا پی لیا۔

نجیلہ! اپنی اس خفیف سی علالت سے مجھے یہ وہم ہوا کہ کہیں میری یہ علالت اُن کے لئے تکلیف دہ اور ناگوار نہ ہو۔ لیکن اُن کے طرز عمل سے یہ وہم تھوڑی ہی دیر بعد دُور ہو گیا۔ انہوں نے اخلاق و محبت اور دلداری و ہمدردی کے ساتھ رات بسر کی اور میری اس خفیف سی تکلیف کا بہت ہی خیال رکھا۔ دیر تک میرے سر کو اپنے زانو پر لئے بیٹھے رہے اور پھر میرے اصرار سے میرا سر اپنے زانو سے ہٹایا۔ اس رات میں گویا وہ تمہارے دولھا بھائی ہی نہ تھے۔ جب تک میں سو نہ گئی میرا دل بہلاتے رہے۔

میں اُن کی اس خالص محبت کو دیکھ دیکھ کر اُن کو بوالہوس نہیں کہہ سکتی

میں ان کی طبیعت سے یہ اندازہ کرتی ہوں کہ وہ میری خفیف سی علالت اور معمولی سی شکایت کو بھی گوارا نہیں کرتے۔ جس کا اثر میرے دل پر یہ ہوا اور ہوتا جائے گا کہ میں ان کی خاطر زیادہ سے زیادہ تکلیف اٹھانے کو تیار ہوں۔

میں دعا کرتی ہوں کہ خدا مسلمان لڑکیوں کو اسی خیال کے اور ایسے ہی نیک نفس شوہر دے اور ان کی بیویاں اپنے شوہروں کی ایسی ہی قدر دان ہوں۔ جس طرح میں ہونا چاہتی ہوں۔

صبح کو بالکل اچھی اٹھی۔ انہوں نے اٹھ کر میری طبیعت کا حال دریافت کیا۔ حکیم و ڈاکٹر کے گھر جانے کے متعلق دریافت کیا۔ اور اظہار محبت کا برتاؤ کر کے چلے گئے۔

چوتھا دن اور چوتھی رات

حسن و شباب سے بیدردیاں

آج کے واقعات میں پیاری جمیلہ! تم کو آپ بیتی بہت کم نظر آئے گی۔ اور ایک ایسی دلہن کے واقعات زیادہ ملیں گے۔ جس کو میں انتہا درجہ کی بدنصیب سمجھتی ہوں۔ میرے واقعات سے تم نے اندازہ کر لیا ہوگا۔ کہ عورت وہی خوش نصیب ہے جس کا شوہر انسان اور شریف انسان ہو۔ اگرچہ وہ غریب اور مفلس ہی کیوں نہ ہو؛ اور بدنصیب وہ عورت ہے۔ جس کا شوہر بدمزاج، خودغرض اور خواہش نفس کا بندہ ہو، خواہ وہ کتنا ہی دولتمند، خوش حال ہو۔

میں آج ایک دوسری دلہن کے کچھ حالات لکھ رہی ہوں۔ جس کا شوہر یقیناً تمہارے دولھا بھائی کی ضد واقع ہوا ہے۔ تاکہ عورت کی زندگی کے دونوں رخ تمہارے سامنے آ جائیں۔ اور اس بے زبان جانور کی اچھی بری زندگی سے تم سبق حاصل کر سکو۔ ذرا غور سے دیکھنا آخر میں اپنے واقعات بھی سرسری لکھ دونگی۔

میں آج صبح ۹ بجے کے قریب اپنی خالہ جان کے گھر گئی۔ جہروا اور گلاب چند اوقات کے سوا تمام موقعوں پر میرے ساتھ رہتی ہیں۔ چنانچہ خالہ جان کے گھر بھی ساتھ تھیں۔

خالہ جان کی منہ بولی بہن خالہ آسیہ کے لڑکے کی شادی کو بھی آج چوتھا

دلی ہے۔ یہ دُلہن دہلی سے بیاہی ہوئی آئی ہے۔ خالہ آسیہ کا مکان ہماری خالہ جان کے مکان کے برابر ہے۔ آنے جانے کے لئے ایک کھڑکی ہے ہماری خالہ جان اور خالہ آسیہ کے باہمی میل جول کا اندازہ تو تم کو بھی ہوگا۔ آپس میں دینی بہنیں بنی ہوئی ہیں۔

خالہ جان کے ہاں وہ دُلہن آئیں اور دن بھر میرے پاس رہیں آج میری سہیلیوں عائشہ، صفیہ کلثوم و رضیہ۔ نہی اور لیلا کو بھی بلایا گیا تھا۔ رضیہ کے دُولھا اپنی ملازمت سے رخصت لے کر چونکہ انہی روز آ رہے تھے۔ وہ تو اس وجہ سے نہیں آئیں۔ کلثوم کی طبیعت خراب تھی وہ بھی نہ آسکیں۔ اتفاق سے لیلا کے خسر صاحب اُن کے گھر مہمان آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی آنے سے معذور رہیں۔ میرا دل ان تینوں کے نہ آنے سے افسردہ رہا۔ نہی اور صفیہ آئیں لیکن قریب دو بجے دن کے آئیں۔ دن اس طرح ہنسی خوشی سے گزرا۔ جیسے تایا ابا کے گھر گزرا تھا۔ گرد س بجے سے شام تک خالہ آسیہ کی دلہن میرے ہی پاس رہیں۔

سجیلہ! میں اس دلہن کے حسن اور لیاقت کی تم سے کیا تعریف کروں مختصر یہ ہے کہ جنت کی حوریں بھی اس دلہن سے زیادہ خوبصورت نہ ہوں گی۔ اگر کوہ قاف میں واقعی پریاں رہتی ہیں۔ تو وہ پریاں بھی اس پری دُلہن سے زیادہ حسین اور نازک نہ ہوں گی۔ یقین جانو نگاہ اس دُلہن کے چہرے سے ہٹانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ہر ادا قیامت ہے۔ نزاکت بدن اور چہرے کی پھبن بہت ہی دلکش ہے۔ دلہن اور چار دن کی بیاہی دلہن ہے۔ جوانی کی بہار ہے۔ جامہ زیبی تو دیسے ہی غضب کی ہے۔ اس پر قرینے کے سجے ہوئے کپڑے تم اگر اس دیکھو تو تم بھی یہ کہو کہ

جنت کی کوئی حور زمین پر اتر آئی ہے۔ پھر حُسن ہی نہیں گفتگو میں غضب کی حلاوت بات کرتے مُنہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ رنج کی باتوں میں بھی لبوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے۔ آنکھ میں شرم و حجاب کی جھلک ہے۔ میں نے اس دلہن کا نام حُور دلہن رکھ لیا ہے۔ ایسی خوش اخلاق مہذب شائستہ لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی ۹ بجے سے ۲ بجے تک وہ میرے پاس رہی اور اس معمولی سے وقت میں اس نے میرے دل کو موہ لیا۔ مجھ سے اس کو اور اس سے مجھ کو اس قدر محبت ہوگئی کہ شاید ہی میری کوئی بات حُور دلہن سے اور حُور دلہن کی مجھ سے پوشیدہ رہی ہو۔ ان تمام صفات کے باوجود حُور دُلہن کی قسمت پر مجھے جس قدر رنج و افسوس ہوتا ہے۔ میرا دل ہی جانتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ مجھے حُور دلہن کے والدین پر بھی رہ رہ کے غصہ آتا ہے کہ انہوں نے نسبت کرتے وقت یہ نہ دیکھا کہ ہماری لڑکی پڑھی لکھی اور داماد دوسروں سے خط پڑھوانے کا محتاج! یہ نہ خیال کیا کہ ہم اپنے چاند کا ہاتھ ایک بڈھے خود غرض اور بندۂ نفس حبشی کے ہاتھوں میں دے رہے ہیں۔ ایک ہنس کھ کا ساتھ تمام عمر کے لئے ایک غصیارے سے کر رہے ہیں۔ جس کی پیشانی کے بل کسی طرح جاتے ہی نہیں۔ ایک مہذب اور شائستہ لڑکی کو بد لہجہ اور بد کلام کے پلے باندھ رہے ہیں۔

بہن سجیلہ! میں حُور دلہن کو صورت اور سیرت میں جنت کی حور اور آسمان کا فرشتہ سمجھتی ہوں۔ یوں تو بے عیب ذات خدا کی لیکن حُور دلہن کا ہر عضو سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔

میں حور دلہن کے شوہر کو بھی خالہ آسیہ کے میل جول کی وجہ سے خوب جانتی

ہوں۔ چال چلن ایسا کہ اگر خالو جان کا میل تھانہ والوں سے نہ ہوتا تو کم بخت ساری عمر جیل میں سڑتا۔ پہلی بی بی سے جس طرح پیش آتا تھا۔ خدا کی پناہ میں نے اپنے کانوں سے بی بی کے حق میں ناگفتہ و ناگفتہ باتیں کہتے سُنی ہیں۔ گالیاں بکنا تو اس کی عادت میں داخل ہے۔ بیوی تو خیر محکوم ہوتی ہی ہے۔ وہ تو اپنی ماں کو بھی پاؤں کی جوتی کے برابر سمجھتا ہے۔ تجے لنگاروں سے یارانے ہیں۔ بازاری حکیموں اور دوا فروشوں سے دوستانے ہیں۔ اور وہ صرف اس واسطے کہ اپنی جائز بی بی کو بیہودہ ادویات کے ذریعہ ستانا۔ پہلی بیوی اس کے پھندے میں پھنس کر عرصہ تک طرح طرح کے امراض میں مبتلا رہی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ بدنصیب زندگی کے دن پورے کرتی رہی اس کی زار و زبوں حالت دیکھ کر میرا دل بل جاتا تھا وہ اس کی بدیوں بدمزاجیوں اور بیدردیوں سے تنگ آکر خون کے آنسوؤں سے روتی تھی۔ آخر اسی حالت میں دُنیا سے رخصت ہو گئی۔ وہ بیچاری بے حد نیک اور کم سخن تھی بیماری میں بھی روزہ نماز کبھی قضا ہوتے نہ دیکھا۔ اس سخت اور بے رحم شوہر کی اطاعت سے کبھی منہ موڑتے نہ دیکھا۔ مالدار تو اتنا تھا ہی نہیں کہ بازاروں اور کوٹھوں پر جا کر منہ کالا کرتا اور جو کچھ دوکانوں کے کرائے وغیرہ کی آمدنی ہے وہ خالہ آسیہ کے ہاتھوں میں ہے۔ اگر آمدنی اور خرچ ان کے ہاتھوں میں نہ ہوتا تو اپنی آوارگیوں میں کب کا ختم کر چکتا۔ مختصر یہ کہ وہ اپنے بیہودہ مشاغل اور تفریحات کی تمام جائز و ناجائز صورتیں اسی بیچاری پر ختم کرتا ہے۔ اس مرنے والی کو کبھی بیماری میں بھی اپنے سے علیحدہ نہ ہونے دیا۔ مجھ کو اس مرحومہ کا سب حال معلوم ہے خیال کرنے سے دانتوں پسینہ آتا ہے۔ کبھی ملو گی تو زبانی کہوں گی۔ لکھنے کے قابل

باتیں نہیں ہیں۔ اب بھی اُن باتوں کو یاد کرتی ہوں تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چار سال بھی اس حیوان کے گھر رہ کر نہ معلوم کیسی سخت جان تھی کہ زندہ رہی۔ اب یہ نازک حور اس کٹر بے رحم کے چنگل میں پھنسی ہے دیکھئے اس بے چاری کا نصیب کیا دکھاتا ہے۔

ماں باپ کی آنکھوں پہ خدا جانے کیسے پردے پڑ جاتے ہیں کہ وہ دیدہ و دانستہ اپنی بچیوں کو آگ میں جھونک دیتے ہیں۔

مجھ کو میرے بڑے اصرار کے بعد جو باتیں ہماری دلن کی بیاہی دلہن نے سنائی ہیں۔ اُن کو سُن کر میرے آنسو نکل آئے ہیں۔ مگر واہ ری دلہن اپنی کسی بات میں اپنے ظالم اور ناقدرشناس شوہر کی طرف سے شکایت نہ ظاہر ہونے دی۔ تم نے میری پہلی رات کا حال پڑھا ہے۔ حور دُلہن بیچاری کی شب اوّل کا بھی مختصر حال سنو اور موازنہ کرو۔

حور دلہن کہتی ہیں کہ اُن کے شوہر نے تخلیہ میں جو پہلا ناشائستہ اور بیہودہ کام منہ دیکھنے کے سلسلے میں کیا وہ یہ تھا کہ زبان سے حیا سوز الفاظ کہتے ہوئے زبردستی سے دوپٹہ اُتار کر علیحدہ پھینکنا تھا۔ اس بیہودگی سے حور دُلہن کو جو تکلیف ہوئی ہوگی۔ اور اس کے جذبات شرم و حیا کو ٹھیس لگی ہوگی۔ اس کا اندازہ تم خود ہی کر لو۔ آہ! اُس وقت ایک ایسی شریف النفس مہذب و شائستہ دلہن کا اس کے شوہر کی تیز دستیوں کے ذریعہ کیا حال ہوا ہوگا۔

حور دُلہن پُر ارمان لہجہ میں کہتی ہیں کہ اس وقت سب سے پہلی میری یہ امید پامال ہو رہی تھی کہ میں اس وقت کے لیے جو کچھ سوچے ہوئے تھی نہ کہہ سکی میرا

خیال تھا کہ وہ پہلی شب میں میری نازبرداری کریں گے۔ میرا دل اپنے ہاتھ میں لیں گے اور محبت سے دلداری کی باتیں شروع کریں گے۔ اور میں جواب میں اپنی تہذیب اور اطاعت و محبت کا پورا پورا اثر اُن کے دل پر ڈالوں گی۔ لیکن ان کے وحشیانہ اطوار اور انتہائی مجنونانہ جوش نے میرے تمام ارمانوں کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور میری آرزوؤں کو پامال کر کے مایوسی سے بدل دیا۔

خُورد دُلہن کہتی ہیں کہ روحانی تکلیف تو مجھ کو میری شرم کے ہاتھوں ہو ہی رہی تھی۔ ان کی اس ابتدائی خفیف سی حرکت سے مجھ کو جسمانی تکلیف پہنچی کہ میرے دوپٹہ میں ناک کا بُلاق اُلجھ کر اس سختی سے کھنچا کہ ناک زخمی ہو گئی اور خون جاری ہو گیا۔

خُورد دلہن کہتی ہیں کہ تکلیف کے اثر سے میرے ہاتھ بے اختیار مُنہ پر پہنچے اس کو وہ میری شرم سمجھے اور میرے ہاتھ اور دبے ہوئے دوپٹے کو اور سختی سے کھینچا گیا۔ بُلاق اور زیادہ کھنچا۔ میری ناک کا زخم اور زیادہ ہو گیا۔ میں شرم اور خوف سے سسکاری بھی نہیں لے سکتی تھی۔ اس لئے کہ قریب ہی اور لوگ بھی تھے۔ وہ میری آواز سنتے تو بلاشبہ مجھ کو بے شرم و بے حیا دلہن کہتے۔

خدا خُورد دُلہن کے شوہر کو نیک توفیق دے۔ وہ اپنی ان افسوسناک باتوں کو بھی اپنے شائستہ مزاج کے اثر سے پُر مذاق انداز میں بیان کرتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں اپنی قسمت کا فیصلہ اسی وقت کر چکی تھی جب کہ پہلی ہی بسم اللہ غلط ہوئی۔ میں سمجھ گئی کہ بلا سلام و کلام پہلے پہل میری ناک سے خون نکلا ہے۔ مجھ کو عمر بھر خون کے آنسو رو رو کر یقیناً سرخرو ہونا پڑے گا۔

خُورد دلہن کا بیان ہے کہ میری ناک کا خون دیکھ کر بھی اُن کو مجھ سے کوئی ہمدردی ہوئی اور نہ میری تکلیف کا کوئی خیال کیا گیا۔ بلکہ اپنی غرض کو سامنے رکھا اور شرافت و انسانیت دونوں کو رخصت کر دیا۔ ان کی نفس پرستی کی یہ حالت دیکھ کر میں نے مزاحمت اور اظہار اذیت کو غیر ضروری سمجھا اور اپنے آپ کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ میں دل میں البتہ یہ کہہ رہی تھی کہ جس نے میری ناک سے خون بہتا دیکھ کر اپنی اغراض کو پیش نظر رکھا وہ میری زبانی بات پر یا میری سسکیوں کا کیا اثر لے گا۔ میں اپنے ہاتھ ہلانے کی سزا پہلے ہی بھگت چکی تھی۔

خُورد دلہن کہتی ہیں کہ میں ان کی احتیاط کے قربان کہ اپنی حیوانیت کے مقابلہ میں نہ تو میری تکالیف کا خیال کیا گیا اور نہ میرے لباس کا یعنی میرے بدن پر تار تک نہیں چھوڑا اور زیور کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ نہ معلوم مجھ کو وہ انسان بھی سمجھ رہے تھے یا نہیں۔ میرے ماں باپ نے ہی مجھ کو انسان نہ سمجھا تو وہ مجھ کو کیا سمجھتے۔

جملہ: ادھر تو خُورد دلہن یہ واقعات یا دُکھ بھری داستان سنا رہی تھی۔ اور میں خاموشی سے سُن رہی تھی۔ اور اُدھر میری آنکھیں خُورد دلہن کے چہرے پر تھیں۔ میں غور سے دیکھ رہی تھی۔ اُن کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ اپنی گفتگو کو کاٹ کاٹ کر سُنا رہی تھیں۔ پھر انہوں نے کہا۔ پہلی شب کے ناک اور رخساروں کے زخم اور نشان بہ رونمائی کی رسم کے وقت مٹ جانے کی دعا کرتی تھی۔ لڑکیاں جو عموماً مذاق کی عادی ہوتی ہیں۔ میری شرم و حیا کو اپنے فقروں سے جھنجوڑتی تھیں اور میں ندامت سے سر جھکائے خاموش تھی۔

اور دل پر جو کچھ گزری تھی گزر رہی تھی۔ بجیلہ! تم نے حُور دلہن کے یہ مختصر واقعات پڑھ کر کیا اقرار کیا۔ سچ بتا! ایسی ہیں۔ نے حُور دلہن سے یہ سب کچھ سُن کر کہا کہ تم کو اپنے خود غرض شوہر سے کچھ نہ کچھ کہنا چاہئے تھا۔ حُور دلہن نے جواب میں کہا کہ "میں نے ان کے ابتدائی طرزِ عمل سے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جس شخص پر اغراض کا بھوت سوار ہو۔ وہ کسی کی پروا کیا کر سکتا ہے جب میں نے اُن کی طرف سے شریفانہ برتاؤ کی کوئی امید نہ پائی تو کچھ کہنا سننا بے کار خیال کیا۔"

اس کے بعد حُور دلہن نے کہا "صبح کو جب میری حالت بہت خراب تھی۔ میں نے اُن سے کہا۔" میں تمہارے ہی لئے ہوں۔ ایسے برتاؤ کی ضرورت نہیں ہے کہ آدمی جان سے تنگ آ جائے۔ تمہاری ہوں تمہاری رہونگی۔ اور تمہارے ہی گھر میں رہوں گی۔ اس لئے ایسی صورت اختیار کیجئے کہ محبت دیگانگت بڑھے اور صحت و زینت کو ضرر نہ پہنچے جو چیز گھر میں موجود ہے۔ اُس سے فائدہ اٹھانے کے لئے نہ تو اتنے اضطراب کی ضرورت ہے اور نہ ایسے سلوک کی جو عارضی اور غیر مستقل چیز کے ساتھ بھی روا نہیں رکھا جاتا۔"

حُور دلہن نے مایوسی کے لہجہ میں آخر یہ بھی کہہ ہی دیا کہ مجھ کو یقین ہے کہ یہ تکلیف ہی مجھ کو قبر تک پہنچا دے گی۔ آج چوتھا روز ہے۔ جو جو تکلیفیں مجھ کو لاحق ہو گئی ہیں۔ وہ جان لے کر ہی جائیں گی۔ ان تکالیف کا علاج روز و شب میں دو تین مرتبہ میرے یہی مسیحا کرتے ہیں۔ انشاءاللہ میری جان کو جلد چھٹکارا دلائیں گے۔

بہن بجیلہ! حُور دلہن نے اپنا حال دبی زبان سے اور رُک رُک کر بیان کیا اور واقعہ یہ ہے کہ ان کا اندازِ بیان اس قدر مؤثر تھا کہ میرے جسم کے تو

رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے جن الفاظ میں ان کا حال لکھا ہے۔ وہ ان کے بیان کا دسواں حصہ بھی مؤثر نہیں۔ پھر مجھ کو لکھتے ہوئے بھی حجاب آتا ہے۔ اور حور دلہن کہوں یا مظلوم دلہن۔ اُن کو مفصل حال کہتے ہوئے بھی شرم آئی۔

حُور دلہن کہتی ہیں کہ صبح کو شریر اور بے باک لڑکیوں نے بیہودگی سے مذاق کیا اور اُس کے چرچے سب کی زبان پر ہیں۔

حُور دلہن کہتی ہیں کہ گذشتہ چار دن میں اپنے مقررہ رات کے اوقات کے انہوں نے باقی اوقات میں نہ توجہ سے کوئی بات کی اور نہ میری طرف دیکھا۔ تفریحی اور اخلاقی باتوں کا تو ذکر کیا ہے۔ ہاں بازاری اور آوارہ عورتوں کے افسانے اور اپنی مردانگی کے قصے رات کو روزانہ سُناتے رہے۔ میں سب کچھ سنتی ہوں اور صبر کرتی ہوں۔

پیاری بجیلہ! ان دُلہن سے مجھ کو بہت محبت ہو گئی ہے۔ میرا دل ان کی بھلائیوں کے لئے دعا کرتا رہتا ہے۔

افسوس ہے کہ عام طور پر مسلمانوں میں شادی بیاہ کے موقعوں پر لڑکے اور لڑکی میں مناسبت نہیں دیکھی جاتی۔ تمام باتوں کو جانے دو۔ حُور دلہن ایک نازک بدن اور خوبصورت لڑکی کے لئے اس کے والدین نے ایک ہاتھی تجویز کیا اور اس کی بداخلاقیوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ میں بھی جانتی ہوں کہ عورت سے ہر حالت میں مرد قدرتاً قوی ہوتا ہے۔ لیکن خود تمہارے دولہا بھائی کے مقابلے میں جسمانی حیثیت سے حُور دلہن سے کم نہیں لیکن جیسے وہ توانا ہیں۔ ویسے ہی شریف خلیق اور محبت و ہمدردی کے جذبات

رکھتے ہیں۔ وہ اپنی قوت کے ساتھ محتاط بھی ہیں۔ جاہل نہیں ہیں خود مطلب اور ہوس پرست نہیں ہیں۔ حور دلہن اپنے شوہر کی جہالت اور نفس پرستی ہی کو دیکھ کر تو یہ آرزو کرتی ہیں۔ کہ میری مصیبت بھری زندگی کا خاتمہ کرنیوالا میرا شوہر ہی ہو۔ اور جلد وہ وقت آئے کہ میں اس کے پنجہ سے ہمیشہ کے لئے نجات پاجاؤں "۔

حور دلہن کے مقابلہ میں ایک میں ہوں۔ جو یہ کہنے کو تیار ہوں کہ میں اُس وقت اور اُن گھڑیوں کی بڑی خوشی کے ساتھ منتظر رہتی ہوں جبکہ وہ میرے پاس آتے ہیں۔ ہاں میں خوشی سے اُس وقت کا انتظار کیا کرتی ہوں اور دل میں کہا کرتی ہوں کہ کب میرے خوش اخلاق اور مہذب شوہر کی صحبت نصیب ہو تاکہ ان سے مجھے اچھے سبق ملیں اور میں لطف و مسرت کے ساتھ ان کی اطاعت کرسکوں۔ یہ سب اثرات شوہر کی اچھائی بُرائی پر منحصر ہیں۔ تم غور کرو۔ خدا ہم کو ان اشد ضروری امور کی اصلاح کی توفیق اور سمجھ دے۔

اب میں حور دلہن کے حالات ختم کرتی ہوں۔ آیندہ ان کے تازہ حالات معلوم کرکے لکھوں گی۔ میرا مختصر حال آج روز و شب کا یہ ہے کہ میرا تمام دن اس دُکھیاری دلہن کی صحبت اور ذکر و اذکار میں گزرا۔ شام کو تمہارے دولھا بھائی کھانا کھانے کے لئے بلائے گئے۔ وہ اپنے اعزا کے ساتھ آئے اور کھانا کھایا۔ ۸ بجے شام کو خالہ صاحبہ کے گھر سے اپنی سسرال گئی۔ اس مرتبہ بھی نعمی اور صفیہ نے حتی المقدور دلہن بنانے میں کمی نہیں کی۔ پھول اور عطر سے مجھ کو خاصہ گلدستہ بنا دیا۔

شب کی صحبت میں میں نے اُن کے محبت بھرے برتاؤ کی تعریف کرکے حور دلہن کے شوہر کی بدطواریوں کا اظہار کیا انھوں نے سُن کر بہت افسوس کیا اور حور دلہن کے ظالم شوہر کی بداطواریوں کے بُرے نتائج کا ذکر ایسے الفاظ میں کیا جن سے میں بہت اثر پذیر ہوئی۔ آدھی رات تک اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ اسی بات چیت میں مجھ کو اتفاقاً ایک انگڑائی آئی۔ انگڑائی کے زور تک میرے ہاتھ اونچے اٹھے اور میرے بدن میں کشیدگی پیدا ہوئی۔ اور یہ ادا اُن کو اس قدر پسند آئی کہ وہ بے تاب سے ہوگئے۔ اور آج کی شب بھی میں نے اپنی باتوں اور حرکات سے ان کو کچھ ایسا موم کرلیا کہ کہہ نہیں سکتی۔ اُدھر انہوں نے بھی اپنی باتوں اور شمائل سے مجھ کو اپنا شیدا بنا لیا۔

صبح کو خود مجھ سے پہلے اٹھے۔ میرے بیدار کرنے کا آج ایک نیا طریقہ اختیار کرلیا۔ جس سے میں سوتے سوتے اُچھل پڑی۔ اور اٹھ بیٹھی جب تک میں نے اپنے کو حسب دستور درست نہ کرلیا۔ خود ٹہلتے رہے۔ جب اپنے کاموں سے فارغ ہوگئی تو نیچے چلے گئے۔

پانچواں دن اور پانچویں رات

بہارِ عیش

آج اماں جان نے بلایا۔ لیکن صبح سویرے ہی آسمان پر کالی کالی گھٹاؤں کی بہار تھی۔ کچھ ایسا ٹھنڈا سہانا سماں تھا کہ میرے دل میں آج اپنی ہمجولیوں میں دن گزارنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ دل چاہتا تھا کہ پہلے کی طرح جھولا ہوتا اور ہم ہوتیں ننھی اور صفیہ کے سریلی آوازوں سے ملہار ہوتے۔ لیکن اب وہ آزادی کہاں؟ پہلے جو لطف تھے وہ اب نہیں۔ اب جو کچھ بہاریں ہیں وہ جب نہ تھیں۔

آج تمہارے دولھا بھائی جاتے وقت باتوں باتوں میں یہ بھی کہہ گئے تھے کہ "آج کا دن تو برساتی بنگلے میں رہنے کا ہے۔" میں نہ جانتی تھی کہ اُن کے مکانات میں کوئی برساتی بنگلہ بھی ہے۔ اب قریب ۹ بجے دن کے مجھ کو معلوم ہوا۔

میں آج اپنے دل میں اماں جان کے گھر جانے کی خوشی لیے ہوئے تھی اور یہ بھی آرزو تھی کہ ننھی وغیرہ کو جا کر بلاؤں گی اور "خوردلہن" کو مدعو کروں گی۔ خوردلہن کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی ہے۔ اور اُن کی باتوں کا خیال رہ رہ کر دل میں چٹکیاں لیتا ہے۔ میں ان ہی خیالات میں تھی کہ انا آئیں اور مہرو سے کہا کہ آج دلہن برساتی بنگلہ میں جائیں گی۔ مہرو نے کسی باغ کے جانے کا خیال کر کے انا سے دریافت کیا۔ "یہ برساتی بنگلہ کہاں ہے؟ اور یہاں سے کتنی دور ہے؟" انا

نے جواب دیا "اس مکان سے پاس مکان اُدھر برساتی بنگلہ ہے۔" انا نے اسی سلسلہ گفتگو میں برساتی بنگلہ کی اور زیادہ تعریف بیان کرنی شروع کی اور کہا کہ "ہمارے دولھا صاحب مرحوم بھی برساتی بنگلہ میں برسات کی بہار کے موقع پر اکثر دن بھر رہتے تھے اب لڑکا [illegible] بادل کے دن بنگلہ میں جا کر دل خوش کرتا ہے۔"

مہرو نے مزید معلومات کی غرض سے دریافت کیا "کیوں جی! یہ برساتی بنگلہ کوئی باغ ہے؟" انا نے کہا "نہیں بی یہ ایک بہت بڑا مکان ہے اور اس کے صحن میں پھلواری اور چمن لگا ہوا ہے۔ اور انگریزی نمونہ کی عمارت ہے۔ ہر قسم کے پھولدار پودے ہیں۔ ایک بڑا درخت مولسری کا ہے۔ اس میں برسات کے موسم میں جھولا پڑتا ہے۔ بیچ میں ہوادار بنگلہ ہے۔ لڑکے نے اس بنگلہ کو طرح طرح کی تصویروں اور نقشوں سے سجایا ہے۔ اس بنگلہ میں آج اپنی دلہن کو بیٹھنے کے لئے کہہ گئے ہیں اور خود بھی وہیں گئے ہیں۔" پھر انا نے مہرو سے کہا۔ "کہاروں کو بلانے کے لئے آدمی گیا ہے تم تیار ہو جاؤ۔"

یہ کہہ کر انا تو چلی گئیں۔ مہرو نے مجھ سے کہا "لو اختر آج تمہارے دولھا میاں اور تم برساتی بنگلے میں برسات کی بہار کے مزے لوٹو گی۔ اپنی اماں جان کے گھر آج جانا نہ ہوگا۔ یہ رات بھی تمہارے دولھا میاں کہہ گئے ہیں۔"

میں نے [illegible] جاتے وقت کہہ گئے تھے۔ اس پر مہرو نے پوچھا کہ [illegible] اماں جان کے بلانے کے متعلق بھی کچھ کہہ گئے ہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

پھول آئے ہوئے رکھے تھے۔ ایک ہار مالن تیار کر کے دے گئی تھی۔ وہ میرے گلے
میں پہنایا۔ پھولوں کی وریاں گوندھ کر کانوں میں پہنادیں۔ باقی پھولوں کے دو
گجرے بنا کر کلائیوں میں پہنائے۔ دھانی دوپٹہ اور گلابی اطلس کا پائجامہ۔ جالی
کا کرتہ مہرو نے پہنایا۔ یہ کپڑے میری ساس صاحبہ نے مہرو کے مشورے سے
تجویز کئے تھے۔ مہرو نے صرف اپنی رائے سے گلے میں چلپڑا۔ کانوں میں کرنپھول
جھمکے۔ ہاتھوں میں گجرے۔ پاؤں میں صرف چھل پہنا کر تیار کر دیا اور خود ہی اس
سادگی کی تعریف کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر میں میانہ آگیا اور میں تنہا سوار کی گئی۔
میرے میانے کے ساتھ صرف انا اور گلاب برساتی بنگلہ کے دروازہ تک گئیں
اس عمارت کی دو ڈیوڑھیاں تھیں۔ باہر کی ڈیوڑھی سے گزر کر اندرونی ڈیوڑھی میں
جو صحنِ چمن میں تھی، میانہ رکھ کر کہار اور انا اور گلاب باہر چلی گئیں۔ اور کسی ایک ڈیوڑھی
کے کیواڑ بند ہونے کی آواز آئی۔ میں میانہ میں تھوڑی دیر تک اس انتظار میں رہی
کہ مجھے اتارنے کے لئے کوئی آئے گا۔ یا اترنے کی تواضع کی جائے گی۔ آخر تمہارے
دولہا بھائی نے آواز دے کر کہا "یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں۔ آؤ
اتر آؤ یا میں خود آکر اتاروں؟"

میں نے میانہ کا پردہ اٹھا کر شرمائی ہوئی نظروں سے اُن کی طرف دیکھا اور
نیچی گردن کئے پھولدار پودوں کی درمیانی روش پر بنگلہ کی طرف چلی۔ شرم ساتھ تھی
آنکھیں اُن کی طرف اٹھیں لیکن شرما کے نیچے کو جھک گئیں۔ خود بدولت صحن
بارہ دری میں اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی انگلیاں پکڑے سر پر ہاتھ رکھے
ہوئے مشتاق نظروں سے میری رفتار کا لطف اٹھا رہے تھے میں اُن کے

اس انداز پر اور زیادہ شرمائی جاتی تھی۔ بارہ دری کے صحن کے چبوترے پر چڑھنے
کو تھی کہ آپ ایک قدم آگے بڑھے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پاس پڑی
ہوئی آرام کرسی پر بٹھایا۔

نجیبہ! تم کو اس برساتی بنگلہ کی حالت بھی لکھ دوں۔ یہ بنگلہ بہت بڑا پختہ
پختہ اور مضبوط ہے۔ ایک طرف بڑا چوک سا ہے۔ اسی سمت میں غسل خانہ، باورچی خانہ
وغیرہ کی قسم کی بارکیں ہیں۔ احاطہ کے درمیان میں دو منزلہ بارہ دری ہے۔ بارہ
دری کے ہر چہار طرف عمدہ دروازوں میں رنگین شیشوں کے کواڑ اور دروں میں
انگریزی فیشن کے جھانجدار پردے بڑی خوبصورتی سے بندھے ہوئے ہیں۔ اندر
بارہ دری میں خوبصورت نقشے و طرح طرح کی انگریزی اور ہندوستانی حسین تصویریں
دیواروں پر لگی ہوئی ہیں۔ گلدستے دیوار گیر پر اور مٹی کے رنگین کھلونے قرینے
سے سجے ہوئے ہیں۔ ہانڈیاں اور فانوس ترتیب کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں۔ بارہ دری
کے ہر دروازے کے سامنے خوبصورت پھولدار گملے رکھے ہیں۔ اندر گدے دار کرسیاں
اور صوفے بھی ہیں۔ دوسرے پہلو پر تکلف شہ نشینوں کے ایک دوسرے کے مقابل
بنے ہیں۔ بارہ دری کا ایک کرسی دار صحن ہے جس کے درمیان ایک مولسری
کا بڑا درخت ہے اس درخت میں ایک رنگین جھولا اور جھولے میں خوبصورت پلنگڑی
لٹکی ہوئی ہے۔ پلنگڑی پر چادر اور سرہانے کے تکئے ہوئے تکیے قرینہ سے
لگے ہوئے ہیں۔

بارہ دری کے اوپر والی منزل پر پھونس کا چھپر ڈال کر گول بنگلہ بنا کر ستونوں
پر تکلف و پانڈ چھپر ہے ستونوں کے درمیان بارہ دروں میں بیل دار گملے

ٹک رہے ہیں۔ اس بنگلے میں بھی نواڑ کے پلنگ، اور کرسیاں وغیرہ قرینے سے
بچھی ہیں اور الماریاں کتابوں سے بھری ہیں۔

میں تمہارے دولھا بھائی کی بچھائی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ لیکن اس وسیع
خلوت خانہ کو ہر طرف نگاہیں دوڑا دوڑا کر دیکھ رہی تھی۔ میری طبیعت کا اندازہ کر کے
وہ کہنے لگے "تم کیا دیکھ رہی ہو کسی قسم کا خیال نہ کرو۔ تفریح، برسات کا لطف اور
آزادی کے سوا یہاں کچھ اور نہیں ہے۔ البتہ عطر بیز پھول، چھوٹے چھوٹے
پودے، خوبصورت کیاریاں، اور مہندی کی قطاریں تم کو اور مجھ کو یکجا دیکھ رہے
ہیں۔ ان کے علاوہ آدمی تو آدمی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ ہاں اوپر یہ کالی
کالی گھٹائیں، سفید سفید بگلے، اور مولسری پر بولنے والی کوئل تو ہم کو دیکھ رہی ہے۔
یہ پُروا ہوا تم کو تمہاری ہمجولی کی طرح اور مجھ کو میرے کسی دوست کی طرح ضرور
چھیڑ رہی ہے۔"

میں خاموش بیٹھی سنتی رہی۔ پھر مجھ سے متین لہجہ میں کہا گیا کہ "تم آج اس
پُر بہار جگہ میں اگر بے تکلفی سے میرے ساتھ وقت گزارو گی تو میری طبیعت بےحد
خوش ہوگی۔ عام دلہنوں میں اور خصوصاً تم میں حجاب و شرم تو کوٹ کوٹ کر
بھرا گیا ہے مجھ کو تعجب ہوتا ہے کہ بیوی کو شوہر سے اتنی شرم، اور وہ بھی تنہائی
میں آخر کیوں؟ دیکھو میری طرف دیکھو یہ تمہاری شرم آلود نگاہیں کسی رسم کی پابندی
میں پکڑی ہیں۔ واقعی تم مجھ سے آنکھ ملا کر بات کرتے ہوئے شرماتی ہو۔ دیکھیں شرم د
تب بھی تھی پہلی ہی شب میں [illegible] معلوم ہوتا ہے۔ اب تو کیا تکیہ بیٹھا ہے"
اور پھر انہوں نے [illegible] آخر مجھ کو ہنسا دیا۔ اس کے بعد اس

بنگلہ کی [illegible] کے لطف اور [illegible] کے بلانے [illegible] جانے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
البتہ [illegible] سے پہنایا ہے"

انہوں نے کہا۔ "تمہارا یہ زیور بہت ہی مناسب ہے۔ مجھ کو [illegible]
[illegible] زیورات میں [illegible] دو چار چیزیں پسند ہیں۔ اس سے زیادہ [illegible]
کی محفل میں پہنتی [illegible] اپنے بدن پر بہت سے
پہنا لیتی ہیں۔ [illegible] جیسے بھی [illegible] ہوں گی اچھے
[illegible] معلوم ہوں گے۔

بہن کیسی! باتوں کے اس سلسلہ میں انہوں نے مجھ کو آسمان کا تارہ بنا دیا۔
وہ [illegible] حسن کی تعریف کر رہے اور مجھ کو شرما رہے تھے۔ [illegible] نے جواب

میں دو ایک مرتبہ صرف اتنا ہی کہنا مناسب سمجھا۔ "کہ آئینہ اٹھا کر اپنی صورت اور
سج دھج کو تو دیکھئے۔ تمہارے حسن کی کافی تعریف تو تمہارا نام ہی کر رہا ہے۔"
انہوں نے اس قسم کے الفاظ سنکر کہا "آفتاب کی روشنی میں تو اختر ماند ہو جاتے
ہیں۔" اس کے بعد مجھ سے کہا گیا کہ "اگر تم پسند کرو تو ہم تم کو ایک اور جوڑا
دیں جس کو تم یہاں پر پہن کر خوش ہوگی یا میری خاطر سے پہننا پسند کرو گی۔" ان کے اس مشفقانہ
اور محبت آمیز برتاؤ سے میرے دل میں ان کی محبت بڑھ رہی تھی۔ سمجھئے! تم خود غور کر کے یہ
فیصلہ کرو۔ کہ اگر وہ اپنی کسی خواہش یا خوشی کو پورا کرنے کے لئے کوئی حکم دیں تو
مجھ کو کیا حق ہے کہ ان کے حکم کی تردید یا اس کی تعمیل میں تامل کر سکوں۔ اور پھر
ایسی صورت میں جبکہ وہ اپنی خواہش یا آرزو کو انتہائی رواداری کے ساتھ ظاہر کریں۔
تامل کرنا تو بری بات ہے۔ میں ان کے حکم کی تعمیل پر بسر و چشم تیار ہو جاتی ہوں۔
میں نے ان کی خواہش کا جواب بڑی خوشی سے یہ دیا کہ "میری پسند کیا ہے۔
مجھ کو تو آپ کی پسند کی ہوئی چیز فخر کے ساتھ پسند ہوگی۔"

اس کے بعد مجھ سے کہا گیا کہ "میری مسہری پر ہینڈ بیگ رکھا ہے اس کو
کھول کر دیکھو۔" میں فوراً اٹھی اور بارہ دری کے اندر گئی۔ اپنے اٹھنے اور چلنے
میں ان کی خواہش کے بموجب میں نے بے حجابی اور بے تکلفی کا خیال رکھا۔ یہ میں
نہیں کہہ سکتی کہ انہوں نے میرے کھڑے ہونے میں، میری رفتار میں، میرے
چہرے پر، اور میری اداؤں میں اپنی مرضی کے موافق بے حجابی پائی یا نہیں۔
میں نے مسہری پر سے ان کا ہینڈ بیگ اٹھایا اور اس کو ان کے قریب
کھڑے ہو کر کھولنا چاہا۔ لیکن اس کے کھولنے کا طریقہ میری سمجھ میں نہ آیا۔

ہر چند اس کی گھنڈیاں اور کنڈے ادھر ادھر گھمائے لیکن وہ نہ کھلنا تھا
نہ کھلا۔ میری کوششوں کو وہ بیٹھے دیکھتے رہے اور ہنستے رہے اور آخر ایک
قہقہہ لگا کر کہا کہ "تم سے تو یہ ہرگز نہ کھلے گا۔ اگر مجھے کھولنے کی اجرت دو تو
میں کھول دوں۔" یہ سن کر میں نے ان کی طرف دیکھا اور ان کو مسکراتے ہوئے
پا کر شرما گئی۔ ان کو جو اجرت لینی تھی آخر وہ لے لی۔ اور بہت جوش و بے باکی کے
ساتھ لی۔ اس کے بعد ہینڈ بیگ کھولا اور مجھ کو دکھا کر کہا۔ "اپنے کپڑے
اپنے ہاتھ سے نکالو۔"

میں نے برابر کی کرسی پر بیٹھ کر کپڑے نکالے۔ ایک ملاگیری رنگ کا
نہایت باریک کرتہ جس پر دھاگے کا نہایت باریک اور خوبصورت کام تھا۔
اور رنگریز نے ابرک کی افشاں سے اس کے رنگ کو اور دلکش بنا دیا تھا۔ کھرے
مال کے ستارے ٹنکے ہوئے تھے۔ کرتہ ہینڈ بیگ سے نکلتے ہی کمرہ خوشبو سے
مہک اٹھا۔ کرتہ کی تہ میں ایک ریشمین پھولدار بنیان، ایک عنابی بنارسی ساری
جس کے کنارے سنہری کلابتونی کام کے بنے ہوئے بڑے بڑے بوٹے
اور کناروں پر ترنج نہ صرف یہ ساری بلکہ تمام کپڑے بہت قیمتی تھے اور
موسم کے اعتبار سے نہایت موزوں۔ ہر کپڑے کو دیکھ کر میرا دل خوش ہو رہا
تھا۔ مجھ کو خوش پا کر کہنے لگے کہ "میں نے یہ کپڑے برسات کے موسم کے لئے
شادی سے پہلے ہی تیار کرا لئے تھے۔ بلکہ برسات کے موسم کے انتظار میں
شادی کی تاریخ بھی ملتوی کرا دی تھی۔ شکر ہے کہ آج میری مراد پوری ہوئی۔
اور تم جیسی حسین اور نازک پری اس جوڑے کو زیب تن کئے جانے کی عزت مرحمت

بیدا ہوتے ہوں گے۔ اور ہونے بھی چاہئیں۔ برعکس اس کے تمہارے دولھا بھائی میرے دل میں ہر وقت محبت کے پودہ کی آبیاری کرتے رہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ محبت کی لذیذ کیفیات سے دونوں خوش کام ہوں۔ اگر کسی وقت وہ اپنی گرمجوشی میں اپنی خودداری سے بے خبر ہونے لگتے ہیں۔ تو مجھ کو بھی ان کیفیات میں اپنی شریفانہ اور محبت آمیز طریقوں سے اپنے سے دو قدم آگے بڑھا دیتے ہیں۔ کاش یہی طریقہ ہر زن و شوہر میں ہوں تو کسی گھر میں نفاق کے خطرناک نتیجے نظر نہ آئیں۔

جمیلہ! تم کو معلوم ہے اور اپنی آنکھوں سے بھی تم نے دیکھا ہوگا اور میں بھی جانتی ہوں کہ اگر کوئی نیا دولھا اپنے تخلیہ کے متعلق کوئی لفظ اپنی زبان یا اشارہ سے اپنے اعزہ و اقارب کے سامنے کہہ اٹھتا ہے۔ تو وہ بے حیائی کا خطاب پاتا ہے۔ اور دلہن کا تو ذکر ہی کیا۔ وہ بے چاری تو اپنی نشست بھی دستور کے خلاف کر لیتی ہے تو بے شرم اور نہ معلوم کیا کیا خطاب پاتی ہے۔ وہ ایسی حالت میں کیونکر شوہر کی کسی پسندیدہ چیز کو یا کسی خاص سنگھار یا زینت کو خود اپنی مرضی سے کر سکتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ محض جہالت ہی جہالت ہے۔

آج کی صحبت تخلیہ کے لحاظ سے بے حد دلچسپ تھی۔ ہم دونوں میں باہمی فطری ارتباط کے سوا قدرتاً بھی کچھ ایسے اسباب جمع ہو گئے۔ تھے کہ دل عیش و نشاط کی طرف خود بخود مائل ہو رہا تھا۔ تمہارے دولھا بھائی نے مجھ کو پہلے ہی سے بے تکلف ہونے کی دعوت دے دی تھی۔ میں ہر موقع پر بے تکلف و بیباک ہونے کو تیار رہی۔ اور اپنے خیال میں کوئی بات بھی میں نے ایسی نہ کی جو اُن

کو ناگوار ہوتی۔ بلکہ مختلف انداز اور طریقوں سے اُن کو خوش کرتی رہی۔ اور میں اپنی اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب ہوئی۔ وہ میری ہر ادا پر فریفتہ اور گرویدہ ہو رہے تھے لیکن جس لطف سے کام لے رہے تھے اس سے میں بھی اس قدر متاثر تھی کہ اُن کے سامنے لونڈیوں کی طرح بچھی جاتی تھی۔ وہ ان متاثر مناظر سے جو ایسی بے خودی کی حالت میں تھے کہ اس وقت سے پہلے اتنے لُطف اندوز نہ ہوئے تھے۔

جھولے والی پلنگڑی پر ہم دونوں بیٹھے تھے۔ اور ایک دوسرے سے لطیف شوخیوں میں مشغول تھے۔ وہ چونکہ کچھ تھکے ہوئے تھے۔ اس لئے چاہتے تھے کہ میری آغوش میں پھولوں اور بالوں کی بھینی بھینی خوشبوؤں میں سو جائیں اور مسہری کی چھاؤں میں پُروا ہوا کے مستانہ جھونکوں میں نیند کا مزہ لیں۔

بہن جمیلہ! میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ اس وقت جب کہ میں نے یہ دیکھا کہ اُن کے پاس ہوتے ہوئے میں اپنے آپ کو اپنے قابو اور اختیار سے گُم ہوتی پاتی تھی۔ اور ایک حد تک بے چین تھی۔ وہ اپنے دل پر اس قدر قابو پائے ہوئے تھے کہ وہ اطمینان سے سو گئے۔ اور نیند کی مدہوشی میں میری طرف سے کروٹ بدل کر دوسری کروٹ سوتے رہے۔ مجھے سوتے میں اُن کی صورت اس قدر پیاری معلوم ہو رہی تھی کہ میں بعض وقت پیار کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتی۔ لیکن اُن کی نیند میں خلل پڑنے کے اندیشے سے میں بُت کی طرح بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔ آخر میں جب دل نہ مانا تو میں نے اپنے ہاتھ کی کلائی سے پھولوں کا گجرا نکال کر اُن کی ناک کے سامنے رکھ دیا۔ کہ پھولوں کی بھینی

بھینی خوشبو اُنکے دل و دماغ کو خوش کر سکے۔ اُن کی باریک ریشمی شربتی قمیص میں
اُن کے سجیلے گٹھیلے بدن کو میں میٹھی نگاہوں سے دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں
خوش ہو رہی تھی اور اُنکے شاندار چہرے کو نگاہوں ہی نگاہوں میں پیار کر رہی تھی۔ ان کے
چُست اور چوڑی دار پاجامہ کی پھبن کو اپنی سجدھج سے کہیں زیادہ اچھا سمجھ کر
پسند کر رہی تھی۔ غرضکہ ان کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر دل ہی دل میں ناز کر رہی
تھی اور میرا دل اس نعمت خداداد پر شکر کر رہا تھا۔ ایک مرتبہ اُن کے نرم و
نازک بالوں کو اپنی انگلیوں کا مشغلہ بھی بنا لیا۔ جب میرا دل تنہائی اور
خاموشی سے اداس ہوتا تو اُنکے چہرے اور جامہ زیب بدن کو دیکھ دیکھ کر
بہلا لیتی۔ وہ ایک ہی کروٹ سے دیر تک سوتے رہے۔ ایک دفعہ میری طرف
کروٹ لی۔ تو میرے جذبات کے سکون کو، اُن کی اس کروٹ نے توڑ دیا اور
ایسی صورت پیش آئی کہ میں اُنکے توانا بدن کا آئینہ بن گئی۔ اُنکا تمام بدن مجھکو اپنی آغوش تنگ و کم
کیطرح لئے ہوئے تھا۔ میرا ایک کنگن اُنکے رخسار میں چبھ رہا تھا لیکن وہ اپنی جوانی کی
مست نیند میں بیخبر تھے۔ آخر میں نے اپنے ہاتھ کو اُنکے رخسار کے نیچے سے بآہستگی نکالا۔
مگر وہ بیدار ہو گئے اور کہا۔ ”ہائیں میں سو گیا تھا؟ کیا تم بھی سو رہی تھیں؟“
میں نے اُن کا دل رکھنے کے لئے مصلحتاً کہہ دیا کہ ”نیند تو آ گئی تھی لیکن
آپ کے رخسار میں میرا ہاتھ کا کنگن چبھ رہا تھا۔ اُس کو نکالنا چاہتا تھا کہ آپ کی
آنکھ کھل گئی۔“ جواب میں مذاق کے ساتھ کہا گیا کہ ”میرے رخسار میں کنگن چبھا
ہو یا نہ چبھا ہو لیکن تمہاری نرم و نازک کلائی دب کر تو ضرور تکلیف اٹھا رہی ہوگی“
[illegible] مسکرا کر کہا کہ ”اگر آپ مجھے [illegible] میرا دل [illegible] تو مجھ کو

ہاتھ دبنے کی تکلیف نہ ہوتی۔“ اُس کے جواب میں کہا کہ ”یہ تو تم میرا دل رکھنے
کو کہتی ہو۔ میں تم کو تو کئی دن سے تکلیف دے رہا ہوں۔ یقیناً تم میری خاطر
سے ایسا کہہ رہی ہو۔“
میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اپنے دل سے دریافت کر لو۔ اگر مجھ کو تکلیف
دینے کی نیت سے ایسا کیا جاتا ہے تو ضرور مجھ کو ایذا ہونی چاہئے ورنہ جتنی
راحت مجھ سے آپکو مل رہی ہے اُس سے زیادہ میں آپ سے راحت پا رہی ہوں۔“
اس جواب سے لاجواب ہو کر انتہائی محبت سے لپٹنے کو مجھ سے اور مجھ کو اپنے
سے محظوظ و مسرور کرتے رہے۔ میں نے اُن کی بے باکیوں کا جواب اگرچہ بیباکیوں
سے دیا تھا لیکن آخر خود ہی شرما گئی۔ وہ اس بے تکلفی سے زیادہ مسرور ہوئے۔
میں نے ایک مرتبہ اس قیمتی ساڑی کو بچانے کے لئے جو ملی جا رہی تھی اس
کی حفاظت کرنی چاہی تو معترض ہوئے اور کہا کہ ”اس ساڑی کا تم کو بہت
خیال ہے۔ اس سے زیادہ عمدہ بھی آ سکتی ہے۔ یہ کس واسطے؟“ اس کے بعد وہ
اندر چلے گئے اور مسہری پر بیٹھ گئے۔ پھر تمہارے دولہا بھائی نے مجھ سے اپنا
ہینڈ بیگ منگوایا۔ اور مجھ ہی سے کھلوا کر اپنی تہ بند نکلوائی۔ ابھی میں اُن کا تہ بند
نکال کر دینے نہ پائی تھی کہ میری نگاہ ہینڈ بیگ کے اندر رکھی ہوئی چند ایسی
تصویروں پر پڑی کہ میں اُن کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔
جمیلہ! یوں تو بہت دنوں سے خوبصورت عورتوں کی تصویریں جگہ جگہ
لگی ہوئی تھیں۔ لیکن وہ ایسی عریاں نہ تھیں جیسی کہ ہینڈ بیگ کی تصویریں تھیں
میں ان تصویروں کو دیکھ رہی تھی کہ وہ ہنستے ہوئے تیزی سے ہاتھ سے چھین [illegible]

میرے ہاتھ سے بیگ لے لیا۔ اور کہا۔ "تم ان کو نہ دیکھو۔" میں نے ہنس کر جواب دیا "آپ نے مجھ سے یہ تصویریں چھین لیں۔ تو کیا ہوا۔ جو کچھ دیکھنا تھا وہ دیکھ ہی لیا۔" یہ سُن کر وہ ہنسے اور کہا۔ "بہت اچھا ہوا دیکھ کر دل تو خوش کر لیا؟" میں نے بیساختہ جواب دیا۔ "میرا دل خوش کرنے والی بولتی تصویر تو میرے سامنے موجود ہے۔ ہاں آپ کا دل خوش کرنے کے لئے یہ کاغذی تصاویر بہت ضروری ہیں۔" میں کہنے کو تو کہہ گزری لیکن چور سی ہو گئی۔ متانت کے ساتھ انہوں نے کہا کہ "قسم ہے اب نہیں، تمہارے آنے سے پہلے اس قسم کی چیزوں کا تفریحی مشغلہ ہوتا تھا۔ لیکن بہت بُرا تھا طبیعت پر بہت بُرا اثر پڑتا تھا۔" میں نے اسی سلسلے میں پھر مذاقیہ لہجہ میں کہہ دیا کہ "آپ ایسی تصویروں کو دیکھ کر یقیناً صبر وضبط سے کام لیتے ہوں گے۔" اس کے جواب میں ذرا جوش کے ساتھ فخریہ لہجہ میں کہا۔ "خدا کی قسم تم سے پہلے میں ایسے لطف و سرور سے کبھی واقف نہیں ہوا۔ میرے متعلق ایسا خیال قائم کرنا یقیناً مجھ پر ظلم ہے۔" میں نے یقین دلانے کے انداز میں کہا کہ "میں نے جو کچھ کہا مذاق میں کہا ہے۔ مجھ کو آپ کی طرف سے ہرگز ہرگز ایسا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ آپ جیسے پاک اور نیک طبیعت انسان اس زمانہ میں شاید سو میں پانچ چار ہی نکلیں گے۔" انہوں نے کہا "تم سچ کہہ رہی ہو۔" میں جب مسہری پر بیٹھ گئی تو وہ تصویریں نکال کر مجھ سے کہا کہ "لو دیکھ لو تمہارا دل ان میں اٹکا ہوا ہے۔" میں ان کے اس کہنے پر جھینپ سی گئی۔ اور دیکھنے سے انکار کر دیا۔ آخر انہوں نے مجھ کو بے تکلف کر کے وہ تصویریں ایک ایک کر کے مجھے دکھلانی شروع کیں اور ہر ایک تصویر کا حال بتاتے رہے۔

بجیلہ! اب وہ کونسی نئی بات باقی رہ گئی۔ جو میرے لئے باعث شرم و حجاب ہو سکے۔ لیکن میں پھر بھی ان تصاویر کو دیکھ دیکھ کر شرم سے گردن نیچے کئے ہوئے تھی۔ بجیلہ میں تو یہی کہوں گی کہ ہر ایک دولہا دلہن محبت کی اس نعمت سے یک دلی کے ساتھ ایسے ہی محظوظ ہوں جیسے اللہ نے مجھ کو یہ نعمت دی۔

مجھ کو سخت تعجب اور افسوس ہوتا ہے۔ جب میں دلہنوں اور عورتوں کی زبان سے یہ سنتی ہوں کہ خدا ایسا کٹھور اور ظالم شوہر کسی کو نہ دے جیسا اس بندی کا ہے۔ ممکن ہے بعض ایسے ہی شوہر ہوں۔ جیسے اور دلہن کے شوہر ہیں۔ بلاشبہ ہر دو عورتوں کی تعلیم [illegible] سمجھتے ہیں۔ اور ایک حد تک وہ اس معاملہ میں جو کچھ کہتے ہیں بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن وہ ان پردے کی باتوں کی کس طرح نوجوان اولاد کو تعلیم دیں [illegible] نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ مخصوص فطری خواہشات کی تکمیل کو [illegible] بالغ [illegible] سمجھتے اور [illegible] ہیں۔ اس کے لئے کسی کو سبق کی ضرورت نہیں۔ تعجب ہے کہ شادی کا صرف اتنا ہی مقصد سمجھا جاتا ہے کہ فطری خواہشات کی تکمیل کر لی جائے اور بس۔ یہ تو حیوان بھی نہیں کرتے وہ بھی ہوا و ہوس فطری خواہشات کے سلسلے میں سب سے پہلے ایک دوسرے کے دل میں اپنی [illegible] محبت کی لہریں دوڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ کس قدر شرمناک بات ہے کہ بعض نوجوان ازدواجی دائرے میں قدم رکھتے وقت صرف اپنے یک طرفہ جذبات حیوانوں کو دل میں لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور تالیف قلوب کے اخلاقی اثرات سے بے خبر ہو کر اپنی شریک زندگی کے جذبات سے لاپروائی کرتے ہیں۔ اور وقت [illegible] نفسانی اور حیوانی خواہشات کی تکمیل سے غرض رکھتے ہیں۔

ازدواجی زندگی کے اصل مقصد سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ ایک شخص کو عمر بھر کے لئے اپنا مہمان بنا کر ایک ہی دسترخوان پر بٹھا کر اس کے سامنے سے اٹھا اٹھا کر خود تو لطف کے ساتھ کھالیں اور مہمان کی بھوک اور لذیذ کھانوں کی خواہش کو ٹھکرا دیں۔ یہ کیسی میزبانی ہوگی۔ یہ کیا ہمدردی کہی جائے گی۔ یہ تو انتہائی دل شکنی، بدترین کج خلقی اور بدسلوکی ہوگی۔ اس تمام عمر کے مہمان کے دل سے اُس کی مایوسیوں کی کیفیت کوئی پوچھے۔

غرض نوجوانوں کو اُن کے ارمان اور جذبات کا تحفظ اور رعایت رکھتے ہوئے اس قسم کی تعلیم دینی ضروری ہے جس سے خود ان کی اور اُن کی شریک زندگی کی عمر بخوشی گزر سکے اور دونوں کو پوری طرح لطفِ زندگی حاصل ہو سکے اور ایک دوسرے کا عاشق زار ہو کر رہے۔ ان کی اولادیں تندرست توانا اور خوش رو وشن دماغ پیدا ہوں۔

بہن جمیلہ! آج کے واقعات اگر پوری طرح تفصیل کے ساتھ لکھوں تو ایک کتاب بن جائے۔ میرے شرمانے کے سلسلے میں ہر طرح سے مذاق کرتے رہے۔ اور ادھر اُدھر کی سبق آموز اور نصیحت آمیز گفتگو صحن بارہ دری میں ٹہلتے ہوئے کرتے رہے۔ میں آرام کرسی پر لیٹی ہوئی اُن کی باتوں کو سنتی رہی۔ دورانِ گفتگو میں مجھ سے کہا کہ "آج تم کو سب دن سے زیادہ تکلیف دی گئی۔" میں نے صرف اتنا کہا! "میں ہر وقت تعمیلِ حکم کے لئے تیار ہوں۔"

تھوڑی دیر سکوت کے بعد میرے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا کہ "اب کیا ارادہ ہے؟" میں نے جواب میں کہا کہ "میں سمجھی نہیں کس بات کا ارادہ [illegible]

بہن جمیلہ! آج کے واقعات اگر پوری تفصیل سے لکھوں تو بجائے خود ایک کتاب بن جائے۔ میرے شرمانے کا دیر تک مذاق بناتے رہے پھر مجھ کو بے تکلف بنانے کے لئے سبق آموز اور نصیحت آمیز گفتگو صحن بارہ دری میں ٹہلتے ہوئے کرتے رہے۔ میں آرام کرسی پر لیٹی ہوئی اُن کی باتوں کو سنتی رہی۔ دورانِ گفتگو میں مجھ سے کہا کہ آج تم کو زیادہ تکلیف اٹھانی پڑی۔ میں نے شرما کر اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور چاہا کہ کچھ کہوں لیکن نہ انکار کیا گیا اور نہ اقرار۔ صرف اتنا کہہ دیا کہ میں ہر وقت تعمیل حکم کے لئے حاضر ہوں

تھوڑی دیر کے بعد میرے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا کہ اب کیا ارادہ ہے۔ میں نے جواب میں پوچھا کہ کس بات کا ارادہ معلوم کیا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اس برساتی بنگلہ سے جانے کو تو جی نہیں چاہتا۔ اور اب شام ہو گئی۔ نہ معلوم رات کو یہاں تمہارا دل لگے گا یا نہیں اگر تمہارا دل نہ لگا اور صرف میرے کہنے سے یہاں رہ گئیں تو کچھ لطف نہیں۔ ایمان سے کہو یہاں کی جگہ پسند آئی یا نہیں؟ رات کو یہیں رہیں یا کہیں چلیں۔ میں نے کہا کہ جہاں آپ ہوں گے میرا دل خود بخود وہیں لگے گا۔ [illegible] یہ کہتے کہتے میں چپ ہو گئی۔ میرے چپ ہونے پر اصرار کیا کہ بولو بولو کہو کیا؟ میں نے کہا رات کو خود معلوم ہو گا۔ ہنس کر کہا کہ میری موجودگی میں خوف کیسا؟ میں تو موجود ہوں۔ اس کے علاوہ

یہی وجہ ہے کہ میں ان کے ہر ایک شغل کا بے تکلف ہو کر عملی جواب دیتی ہوں اور زوجین کے بے تکلف اختلاط سے میری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ لاکھ سنبھلتی ہوں۔ لیکن مجھ پر ایک بھوت سوار ہو جاتا ہے۔ جوش کا طوفان اٹھتا ہے تو کسی طرح فرو نہیں ہوتا۔ بعد میں اپنی کیفیات یاد آ آکر شرمانا پڑتا ہے۔

غرض آج بھی ہر چند اپنی حالت کو سنبھالتی رہی مگر ان سے جیت نہ سکی میں حتی الامکان اس امر کی بہت کوشش کرتی رہی کہ خواہ اُن کے ہاتھ میری جسمانی بجلی ہی کتنی ہی ادا دکھائیں میں ضبط کروں گی لیکن تو بہ میں اپنی بے چینیوں میں مرد ثابت ہو رہی تھی اور وہ شب اول کی مغلوب دلہن کی طرح بے حس و حرکت تھے۔ آخر یہ ہوا کہ ایک گھٹا تھی جو برس کر اتر گئی۔ یہ کیفیت میری ہی ہوتی ہے یا تمام دنیا کی عورتوں کی کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتی ہوں۔

آج میں جس قدر تمہارے دولھا بھائی سے مانوس ہوئی ہوں۔ اتنی اس سے قبل نہیں ہوئی۔ میرے لئے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہیں تو یہ ہیں۔ مرد اگر اپنی بیوی کو اپنا فدائی بنانا چاہیں تو بس تمہارے دولھا بھائی کی طرح زبانی اور عملی طریقوں سے کام لیں۔ پتھر ہو گی وہ عورت جو ایسے شوہر کی جان نثار نہ ہوگی۔

نجیلہ! بہت سی باتیں لکھنے سے رہ جاتی ہیں۔ یہ سب بہاریں تم کو نصیب ہوتی ہوں گی۔ خدا کرے تمہاری یہی باتیں تمہاری تحریر کردہ اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔

صبح کو بھی پیار محبت کا برتاؤ کر کے آئندہ برساتی بنگلہ میں مینہ والے دن کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ میں اماں جان کے گھر گئی۔

چھٹا دن اور چھٹی رات

آج صبح کو اماں جان کے گھر پہنچی۔ یہاں گلاب نے پہلا کام یہ کیا کہ پانی گرم کر کے مجھ کو غسل کرایا۔ اس کے بعد میری خواہش پر اماں نے صفی صفیہ اور لیلا وغیرہ کے بلانے کے لئے گلاب کو بھیجا۔ جب وہ آگئیں تو حور دلہن کے بلانے کے لئے خالہ جان کے گھر گلاب کو بھیجا۔ گلاب ایک مرتبہ گئیں اور آکر جواب دیا کہ حور دلہن کے بدن میں درد ہے۔ اور طبیعت خراب ہے۔ میں نے دوبارہ اس مضمون کا رقعہ لکھا اور گلاب کی معرفت حور دلہن کے پاس روانہ کیا اور جواب جلد لانے کی تاکید کی۔

رقعہ کا مضمون یہ تھا۔

"میری بہن حور دلہن! میرا سلام قبول کرو میں تم کو شاید ہی کسی وقت بھولتی ہوں۔ تم سمجھ دار اور ہوشیار ہو۔ میری دلی محبت کا غالباً تم کو اندازہ ہو گیا ہوگا۔ میں تو اس لائق نہیں ہوں۔ کہ میری محبت تمہارے دل میں ہو گئی لیکن تمہاری لیاقت نے ایک ہی ملاقات میں میرے دل کے اندر اس قدر محبت بھر دی ہے کہ تم ہر ایک موقع پر یاد آتی ہو۔ میں تم سے مل کر اپنی سسرال گئی تھی۔ اور آج میں گھر واپس آئی ہوں۔ میں نے

یہاں اپنی سب ہمجولیوں کو ملنے کے لئے بلایا ہے۔ تم اگر میری خاطر گوارا کرو تو اپنا دلی منشا مجھ پر ظاہر کر دو۔ آیا تم میری خاطر تکلیف گوارا کر سکتی ہو؟ اگر تمہارا منشا ہو تو پورا پاؤں گی۔ تو اماں جان کی سفارش خالہ اور خالہ آسیہ کے پاس بھیج کر تم کو آنے کی اجازت دلا دوں گی۔ بشرطیکہ تم میری خاطر بخوشی آنا گوارا کرو۔ یہ معلوم ہو کر کہ تمہارا مزاج ناساز ہے تم سے ملنے کے لئے طبیعت اور بے چین ہے۔ میرا فرض تو یہ تھا کہ میں تمہاری عیادت کے لئے خود وہاں پہنچتی لیکن ہمجولیوں کی آمد پر تمہارے دل بہلنے کے خیال سے تم کو ہی تکلیف دینی مناسب سمجھتی ہوں۔ تم اس پرچے پر مجھ کو اپنی مرضی سے آگاہ کر دو۔ جواب جلدی بھیجو۔ فقط

تمہاری یاد کرنے والی

اختر

گلاب کو جلدی جواب لانے کی تاکید کر دی تھی۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں میرے لکھے ہوئے پرچے کی پشت پر حور دلہن کا لکھا ہوا جواب لائی میں نے بڑے شوق کے ساتھ حور دلہن کا جواب پڑھا۔ لکھا تھا :۔

میری محبت کرنے والی بہن! خدا تم کو خوش رکھے۔

میں تو بسر و چشم تمہارے پاس آنے کو تیار ہوں۔ تم خود سمجھ سکتی ہو کہ میں یہاں کس کی صحبت میں بات چیت کر کے دل

بہلا سکتی ہوں۔ اگر ہو تو بس تم ہی ہو۔ میری دلی محبت کا اندازہ اسی سے کر لو۔ ہاں تمہاری طرح آزاد نہیں ہوں۔ اپنی کسی خواہش سے کوئی چھوٹا بڑا کام نہیں کر سکتی۔ میں کیا میرے معاملات میں تو میری ماں صاحبہ بھی کوئی دخل نہیں رکھتیں۔ میرے قدردان میرے خدا نے یا یوں کہو خدا میرے پالنے والے ماں باپ نے منتخب کر کے مجھ کو دے دئے ہیں۔ ان کی اجازت کے بغیر تو شاید میں سانس بھی نہ لے سکوں۔ مگر ہاں آپ کی خالہ جان اگر اپنی بہن سے کہلا بھیجیں گی تو وہ ان کا کہنا اپنے نااہل بیٹے کی ناراضگی پر گوارا کر لیں گی۔ خود میاں آج صبح سے پچھلی کے شکار کو گئے ہیں۔ ۹ بجے رات تک آنے کو کہہ گئے ہیں۔ میری طبیعت خراب ضرور ہے۔ خود بدولت میرا نسخہ بھی اپنی جیب میں ڈالے چلے گئے۔ دوا پینے سے تکلیف میں زیادتی ہے میں خوب سمجھتی ہوں کہ بہنوں کی صحبت میں دل بہل جائے گا۔ میں اب رخصت ملنے پر ہر حال میں آجاؤں گی۔

راقم تمہاری تشنہ محبت بہن

حور

حور دلہن کا یہ جواب پڑھ کر ان کے دلی درد کا ہمارے سب کے دلوں پر بہت اثر ہوا۔ میری تو آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ میں نے فوراً اپنی اماں جان سے کہہ کر آپا آسیہ کے پاس گلاب کو ابھی یہ کہلا کر بھیجے کہ حور دلہن کو مغرب کے وقت سے پہلے ہی گھر پہنچا دیا جائے گا۔ وہ پینے

بیٹے کی جہاں اور نااہلیاں اور سختیاں برداشت کرتی ہیں۔ ایک یہ بھی گوارا کریں اور حور دلہن کو خود ہمراہ لے کر میانہ میں سوار ہو کر آجائیں۔ اور اگر خود کسی وجہ سے نہ آسکیں تو دلہن کو ضرور میانہ میں سوار کردیں۔ ان کے بیٹے صاحب شکار کو گئے ہیں۔ ان کی واپسی سے پہلے دلہن کو پہنچا دیا جائے گا۔"

اماں جان نے میرے کہنے سے گلاب کو اچھی طرح سمجھا بجھا کر بھیج دیا۔ گلاب میانہ ساتھ لے کر گئی۔ تھوڑی دیر میں حور دلہن دروازہ میں میانہ سے اتریں میں اور صفیہ بہنی اور لیلا دروازہ پر گئیں۔ اور خوشی خوشی حور دلہن کو اپنے ساتھ لئے ہوئے کمرہ میں آئیں۔ حور دلہن نے بیٹھنے سے پہلے میری اماں جان کو باادب سلام کیا۔ اماں جان نے بڑی محبت اور شفقت سے دعائیں دیں۔

حور دلہن کو دو ہی دن کے بعد دیکھا تھا۔ پہلے دفعہ اگرچہ ان کا حسن بیدردی سے لٹا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ پھر بھی انار کا دانہ معلوم ہو رہی تھیں۔ آج نہ معلوم وہ روپ کہاں چلا گیا۔ پیلی ہنڈک جیسا رنگ تھا۔ آنکھوں میں نہ پہلا سا رسیلا پن تھا نہ چمک دمک بلکہ کسی بڑی تکلیف کے آثار پائے جاتے تھے۔ رفتار میں ضعف و نقاہت آواز میں اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ نہ وہ ادائیں تھیں نہ وہ شوخیاں تاہم ہماری صحبت میں اگر تازہ دم سی ہو گئیں اور فرحت و مسرت چہرہ پر دوڑ گئی۔

حور دلہن میرے قریب بیٹھیں۔ میں نے اور صفیہ نے دریافت کیا۔ "تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔ یہ تمہارا دو ہی دن میں کیا حال ہو گیا؟" حور دلہن نے کہا "بہن کیا پوچھتی ہو۔ بڑی سخت جان ہوں۔ دعا کرو کہ میری خالی چارپائی جس دروازہ میں آئی ہے اسی دروازے سے میری بھری چارپائی نکل جائے؟"

میں نے آبدیدہ ہو کر کہا "خدا نہ کرے۔ کیوں اپنے کو کوستی ہو۔ خدا تم کو تندرست کردے گا۔ اور تم صاحب نصیب بیگم ہو کر اپنا گھر آباد رکھو گی۔ آخر یہ تو کہو کیا تکلیف ہے۔ کس کا علاج ہے؟"

اس کے جواب میں حور دلہن نے آنکھوں کو آنسوؤں سے پاک کرتے ہوئے کہا کہ "ان باتوں کو نہ چھیڑو اور باتیں کرو۔ اتفاقاً ایک جگہ جمع ہیں پھر نہ معلوم کب ملاقات ہو۔ میں تو خدا جانے تم بہنوں سے ملوں بھی یا نہ ملوں میری باتوں کو چھیڑنے سے بیکار تمہارے مسرور دل رنجیدہ ہوں اس سے کیا فائدہ۔ میری حالت میری صورت سے ظاہر ہے۔ زبان سے کیا دکھ رویا جائے۔"

صفیہ نے حور دلہن کو مخاطب کر کے تسلی دینے والے الفاظ اور لہجے میں کہا "بہن حور دلہن! یہ ضرور ہے اور بالکل سچ ہے کہ تم کو طرح طرح کی تکلیفیں اور صدمے ہیں۔ لیکن بہن تم فکرمند نہ ہو۔ اور زیادہ رنج نہ کرو۔ شروع شروع زمانہ ہے ناسمجھ اور جاہل شوہر کی یہ جہالت ہمیشہ نہ رہے گی۔ رفتہ رفتہ وہ خود ہی اچھی بری بات کو سمجھنے لگیں گے۔ آجکل نوعمر و نوجوان دولہا عموماً اسی طرح جہالت سے پیش آتے ہیں۔ بہت کم سننے میں آیا ہے کہ نئے دولہا دلہن پہلے ہی دن سے ایک دوسرے کے موافق اور ہمدرد ہوں۔ ہر جگہ یہی سننے میں آتا ہے کہ دولہا نئی دلہن کے ساتھ خود غرضی سے پیش آکر نئی اور ناتجربہ کار اور بے بس دلہن کو تکلیف دیتے ہیں۔ لیکن جب ان جاہل شوہروں کے سر سے ان کے حسرت و ارمان کا بھوت اتر جاتا ہے تو وہ پچھتاتے ہیں اور دلہن کے تابع ہو جاتے ہیں۔ تمہارے دولہا صاحب بھی تھوڑے

[illegible] آدمیت پکڑ لیں گے۔ یہ چند روز کی بات ہے۔ پھر تم دیکھنا کہ یہی تمہارے بے درد شوہر تمہارے ہمدرد ہو کر رہیں گے۔ نہ تمہارے شوہر صاحب کی یہ حالت رہے گی اور نہ کبھی تم بیمار رہو گی۔"

خورد دلہن نے خاموشی سے صفیہ کی تقریر کو سُنا جواب میں کہا تو صرف اتنا کہ "ہاں جب تک ان کے سر سے ان کے ارمانوں کا بھوت اُترے گا تب اُن کی پہلی بی بی کے پاس [illegible] میں مر چکی ہیں۔ پہنچ جاؤں گی پھر [illegible] والدین دنیا میں بھرے پڑے ہیں۔ اپنی [illegible] کے لئے سجا بنا کر بھیج دیں گے۔"

[illegible] کی باتوں کو سُن کر میں نے واقعات کو تفصیل سے بیان کرنے کی [illegible] دلہن نے لیلا کی طرف دیکھا جو کنواری تھیں۔ لیلا سمجھ گئی [illegible] پان بنانے کے بہانے اندر دالان میں چلی گئیں اور وہاں سے پان کافی دیر میں لائی۔ اور پھر پان دے کر کھانے کے کام میں مشغول ہو گئیں۔ خورد دلہن نے اپنی بپتا سُنانی شروع کی۔ اور کہا کہ "تم میری [illegible] شوہر [illegible] دن سُن ہی چکی ہو۔ تمہارے آنے کے بعد ان [illegible] نے مجھے پھر اس حال پر پہنچا دیا۔ میرے [illegible] تو نہیں ہے۔ میرا بدن پتھر کا تو نہیں ہے خدا نے اگر مجھ کو [illegible] شوہر کے لیے پیدا کیا تھا۔ تو مجھ کو بھی ویسا ہی مضبوط اور موٹا تازہ بنا دیتا۔ اُس دن تم نے مجھ کو دیکھا ہی تھا میں جیسے بدن کی تھی اب جیسی [illegible] تم دیکھ رہی ہو۔ بھلا کیسے تندرست رہ سکتی تھی۔

ایسے درد ہوتے ہیں کہ روح نکل جاتی ہے لیکن پھر نہیں نکلتی۔ میں ان کی ہر خواہش پر اپنے آپ کو سنبھالتی ہوں اور چاہتی ہوں ان پر میری تکلیف ظاہر نہ ہو ورنہ یہ اپنے دل میں ناخوش ہوں گے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ میری اس کیفیت کی کبھی وہ پرواہ نہیں کرتے۔

یہ سُن کر میں نے تعجب سے کہا "اُف کتنا بڑا ظلم ہے۔" خورد دلہن نے کہا کہ "ہاں کیوں نہیں۔ دُنیا کے انوکھے جوان ہیں۔"

میں، صفیہ اور ننھی خورد دلہن کی باتیں سُن کر کبھی غصہ میں تمتما اُٹھتے تھے کبھی خورد دلہن کے درد بھرے الفاظ سُن کر رو دیتے تھے۔ ننھی نے خورد دلہن کے شوہر کی حرکات سُن کر نفرت آمیز لہجہ میں کہا کہ "بہن خورد دلہن تم اپنے شوہر کو روکو اور ان کو غیرت دلاؤ۔ تم اپنی بیماری کو ان پر ظاہر کیوں نہیں کرتیں ان سے کہو کہ کیا تم مجھ کو اس طرح تڑپا تڑپا کے مارنے کے لیے لائے ہو۔ تم اپنی ساس پر اپنی تکالیف کا اظہار کیوں نہیں کرتیں۔ وہ تو بوڑھی عورت ہیں سمجھ جائیں گی۔ تم شرمیلی بن کر اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال رہی ہو۔ کمبخت ان رسموں اور دستوروں کا بُرا ہو۔ قرآن کے احکامات کی پابندی نہیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا خیال نہیں۔ بزرگوں کی نصیحتوں کا کوئی خیال نہیں۔ جہالت کے برے جو دستور ہیں وہ پتھر کی لکیر ہیں۔ ان کے خلاف اگر جان بھی چلی جائے تو پرواہ نہ ہو۔"

خورد دلہن نے کہا "آخر میں کیا کروں کس سے اور کیا کہوں سب سے زیادہ امید درد دکھ میں اپنے شوہر سے ہی ہوتی ہے جب وہی جان کا دشمن ہو تو پھر کسی کو کیا پڑی ہے

کہ میری مصیبت میں کام آئے ہیں۔ نسے مردوں کے جوش و خروش کے متعلق حور دلہن کی ہاں میں ہاں ملا کر کہا کہ "ہاں یہ تو سچ ہے مردوں کو ایسا ہی جوش ہوتا ہوگا لیکن دل تو پتھر نہیں ہوتے" حور دلہن نے ننھی کو مخاطب کر کے کہا "بہن اپنا سوچا کچھ نہیں ہوا پہلے میری ساری امیدیں، میرے تمام خیالات خاک میں مل گئے۔ میں خوب سمجھ گئی کہ وہ میرے لائق نہ تھے میں انکے قابل نہ تھی۔ کاش اُن کی بیوی کوئی بازاری یا بدعورت ہوتی تو وہ ان سے بہت خوش ہوتی۔ میری ان کی طبیعت میں معمولی فرق ہوتا تو اپنے کو ان کے خیال کے مطابق بنانے کی کوشش کرتی۔ زمین آسمان کے فرق کو میں کیا کر سکتی ہوں ایسی حالت میں میں نے خود ہی ہاتھ پیر چھوڑ دیئے اور میں اپنی بُری سے بُری آخری حالت کے دیکھنے کی جلد سے جلد منتظر ہوں۔ اپنی ساس سے میں کیا کہہ سکتی ہوں وہ خود ہی میری صورت سے میری تکالیف کی وجہ کو سمجھ گئی ہوں گی پھر وہ اپنے بیٹے کے سامنے کیا وقعت رکھتی ہیں۔ کوئی گھر کی ملازمہ کو ایسا ذلیل و خوار نہ سمجھتا ہوگا جیسے وہ اپنی بوڑھی ماں کو سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی عزت و آبرو کو ویسے ہی اللہ اللہ کر کے سنبھالتی رہتی ہیں"۔ میں نے حور دلہن سے دریافت کیا کہ "تمہارے دولھا صاحب کے دوستوں میں کوئی ایسا بھی ہے سمجھدار اور بھلا مانس ہو"۔

حور دلہن نے کہا "مجھ کو کیا معلوم سا کثر ان کی والدہ اُن کے دوستوں کو برا بھلا کہتی رہتی ہیں۔ ان کا دوست کوئی سمجھدار اور بھلا آدمی خدانخواستہ کیوں ہونے لگا۔ دروازہ پر جب کوئی اُن کا دوست آکر آواز دیتا ہے تو اُن کی والدہ ہونٹ دبا دبا کر چپکے چپکے برا کہا کرتی ہیں۔ ان کی زبانی ان کے دو ایک دوستوں کی شرافت کا حال معلوم ہوا۔ ان کا ایک راز دار دوست سلیم سبزی فروش ہے ایک کا نام عبدل قصائی سنا ہے جو ان کا اُستاد بھی ہے ایک تمسکاری یا زنار بند و ہے۔ ایسے ایسے بھلے مانس دوست تو میں نے اُن کی والدہ صاحبہ

کی زبانی سُنے ہیں۔ ان کی والدہ کہا کرتی ہیں کہ رات کو گیارہ بجے سونے کے لئے یا دن میں کھانا کھانے کے لئے ان اُچکے یاروں سے چھٹکارا ملتا ہے تو گھر آکر کھانا کھا لیا اور سو رہے۔ باقی گھر کے اچھے بُرے سے کوئی واسطہ نہیں۔ حور دلہن نے ہنس کر کہا کہ "اگر کوئی بھلا مانس دوست ہوتا بھی تو تم کیا اس سے میری سفارش کرتیں خدا کے لئے مجھ کو یوں تو رسوا نہ کرو۔ ایک اسی گھر سے موت کے ہاتھ مصیبت سے چھٹکارا پا کر جنگل میں ہزاروں من مٹی کے نیچے جا دبی۔ میں بھی ایک دن جا سوؤنگی۔ خدا بھلا کرے کنواری لڑکیوں کے ماں باپ کا۔ کوئی نہ کوئی اپنی نوئی بیٹی کو زندہ درگور کرنے کے لئے باجے گاجے کے ساتھ پھر ان کے گھر بھیجدیں گے"۔

صفیہ نے کہا "تم اُن پر اپنی معذوری اور تکلیف کا اظہار بھی کرتی ہو یا خاموش رہتی ہو"۔ حور دلہن نے جواب دیا "کل ہی میں نے کہا تھا کہ میری کمر میں درد اور تلووں میں ورم ہے"۔ جواب ملا "ہاں ہاں نئی دلہنوں میں یہ نخرے ہوتے ہی ہیں دلہنیں انہی نخروں سے اپنے شوہروں کو متوالا بنایا کرتی ہیں"۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھ کو جھوٹا نہ سمجھو۔ تم کسی لیڈی ڈاکٹر کو بلا کر امتحان کرا لو"۔ اس کا جواب بھی ایسا ہی دیا

ننھی نے کہا "آدمی ہیں یا شتر جنگ۔ توبہ توبہ" یہ باتیں سُن سُن کر ہمارا غصہ برابر بڑھ رہا تھا۔

صفیہ نے کہا "اچھا میں ان کا علاج کراتی ہوں اگر حور دلہن تم اجازت دو"۔ میں نے کہا "اگر غصہ نہ بڑھے تو ضرور کوئی چیز سوچنی چاہئے۔ یہ جان کا معاملہ ہے اگر وہ بے درد جاہل اور حیوان ہیں تو تم اور سب تو آنکھوں کے اندھے نہیں ہیں"۔

صفیہ نے کہا: "میں آج ہی جا کر ان کو اپنے شوہر کی نسبت اشارہ [illegible]
کرتی ہوں کہ کوئی ایسی دوا تجویز کر دیں کہ جس سے تمہارے شوہر صاحب [illegible]
بیکار تو نہ ہوں، ہاں معمولی انسان کے سے بن جائیں۔ ہاں تم [illegible] علاج کرو۔ اب خانگی
معاملات کا تم بالکل خیال نہ کرو۔ یہ سب [illegible] دیکھے [illegible]"

حور دلہن ہماری دونوں باتیں سن کے راضی تو ہو گئیں [illegible] سے
اس کے بعد اور باتیں ہوتی رہیں۔ دن کے گیارہ بجے کھانا [illegible]
نے آ کر کہا کہ کھانا تیار ہے کھاؤ۔ اور سب نے بڑی خوشی سے کھایا۔

آج بھی کل کی طرح [illegible] گھر سے ہو [illegible]
گو میں اپنی ہمجولیوں سے پوری دلچسپی کے ساتھ باتوں میں مشغول تھی لیکن [illegible]
کے عیش و راحت کا خیال رہ رہ کر دل میں چٹکیاں [illegible] پیدا کر [illegible]
کی یاد میں ہمجولیوں کی طرف سے تھوڑی دیر کے لئے بے خبر [illegible] دل
میں تازہ [illegible] والے میرے [illegible]
آنکھوں میں [illegible]
[illegible]
دنیا کی [illegible]
کو آتا دیکھ کر [illegible]
دو پہلے [illegible] پر صفیہ [illegible]
کے جھگڑے [illegible] خیریت یہ ہوئی کہ وہ کچھ سمجھی نہیں۔ [illegible] صاحبہ نے خیریت دریافت کرنے
کے جواب میں کہا کہ الحمد للہ فضل ہے میں [illegible]

صفیہ نے اپنے شوہر کی طرف اشارہ کر کے کہا "اختر تم اپنی خالہ جان سے کہو کہ وہ
حور دلہن کا علاج خالہ آسیہ سے کہہ کر اُن کا شروع کرا دیں" اور حور دلہن سے کہا کہ
"تم کو ہم اپنی جانوں کی قسم دیتے ہیں کہ جیسے ہم کہیں اسی طرح تم کرنا۔"

حور دلہن نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ "میں خوب سمجھتی ہوں کہ تم سب بہنیں
میری دل سے خیر خواہ ہو۔ تم جو کچھ میرے واسطے رائے قائم کرو گی میرے حق میں
بہتر ہی ہو گی۔ ہاں مجھ کو اتنا خوف ہے کہ جو دانستہ یا نادانستہ ایسا کوئی عمل ایسا
نہ ہو جائے جو شرافت کے خلاف ہو"

صفیہ نے بڑے اطمینان کے لہجے میں تسکین دیتے ہوئے کہا "تم اپنے شوہر
سے چند روز کے لئے بے تکلفی حد سے زیادہ بڑھاؤ اور دو ایک دن تکلیف برداشت
کرو اور جب وہ تمہاری طرف سے یہ سمجھیں کہ میری بیوی بھی میری طرح شوقین مزاج
ہو گئی ہے۔ تو تم اُن کے مزاج کے موافق کسی خاص وقت میں کہنا کہ میری ایک
بے تکلف ہمجولی صفیہ کے شوہر حکیم ہیں۔ وہ مردوں اور عورتوں کے مضبوط
بنانے کے لئے بڑی عمدہ عمدہ دوائیں دیتے ہیں۔ انہوں نے تمہارے اور
میرے مطلب کی ایک دوا بنائی ہے۔ اس دوا کی بڑی دھوم ہے۔ اگر حکیم
صاحب سے ملاقات بڑھا کر اُن کی دوا کھاؤ گے تو آدمی ہو جاؤ گے اور میں
بھی تندرست اور مضبوط بن جاؤں گی۔ حور دلہن دوا کی جس قدر بھی تعریف
ہو سکے کرنا۔ تمہارے شوہر ایسی واہیات دواؤں کے ویسے ہی دلدادہ ہیں۔
تمہاری زبانی تعریف سن کر اور تمہارے بے تکلف اور شوقینی کے خیال میں
اگر حکیم جی سے جا کر ضرور ربط ضبط بڑھائیں گے۔"

صفیہ نے اپنے شوہر کی طرف اشارہ کر کے کہا " اختر تم اپنی خالہ جان سے کہو کہ وہ حور دلہن کا علاج خالہ آسیہ سے کہہ کر اُن کا شروع کرا دیں" اور حور دلہن سے کہا کہ "تم کو ہم اپنی جانوں کی قسم دیتے ہیں کہ جیسے ہم کہیں اسی طرح تم کرو۔"

حور دلہن نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ "میں خوب سمجھتی ہوں کہ تم سب بہنیں میری دل سے خیر خواہ ہو۔ تم جو کچھ میرے واسطے رائے قائم کرو گی میرے حق میں بہتر ہی ہوگی۔ ہاں مجھ کو ذرا خوف ہے کہ مجھ سے دانستہ یا نادانستہ ایسا کوئی عمل ایسا نہ ہو جائے جو شرافت کے خلاف ہو"

صفیہ نے بڑے اطمینان کے لہجے میں تسکین دیتے ہوئے کہا "تم اپنے شوہر سے چند روز کے لئے بے تکلفی حد سے زیادہ بڑھا لو اور دو ایک دن تکلیف برداشت کر لو۔ جب وہ تمہاری طرف سے یہ سمجھ لیں کہ میری بیوی بھی میری طرح شوقین مزاج ہو گئی ہے۔ تو تم اُن کے مزاج کے موافق کسی خاص وقت میں کہنا کہ میری ایک بے تکلف ہمجولی صفیہ کے شوہر حکیم ہیں۔ وہ مردوں اور عورتوں کے مضبوط بنانے کے لئے بڑی عمدہ عمدہ دوائیں دیتے ہیں۔ انہوں نے تمہارے اور میرے مطلب کی ایک دوا بنائی ہے۔ اس دوا کی بڑی دھوم ہے۔ اگر تم حکیم صاحب سے ملاقات بڑھا کر اُن کی دوا کھا لو گے۔ تو آدمی ہو جاؤ گے۔ اور میں بھی تندرست اور مضبوط بن جاؤں گی۔ حور دلہن دوا کی جس قدر بھی خرابی ہو سکے کرنا۔ تمہارے شوہر ایسی واہیات دواؤں کے ویسے ہی دلدادہ ہیں۔ تمہاری زبانی تعریف سن کر اور تمہارے بے تکلف اور شوقینی کے خیال میں آ کر حکیم جی سے جا کر ضرور ربط ضبط بڑھائیں گے۔"

[illegible] کے سنانے کے پیچھے چھپی تھی۔ صفیہ نے خط پڑھتے ہوئے دوپٹہ جھٹک دیا اور کہا کہ میں نے صرف تمہارے چھپانے کی ضد میں تم سے چھینا تھا۔ مجھ کو پڑھنے کا شوق نہیں۔ تم پڑھو اگر میرے سننے کے قابل ہو تو سنا دو۔ ورنہ [illegible]

[illegible]

پہلے تو میں نے بڑی خاموشی کے ساتھ پڑھا اس کے بعد میں نے صفیہ سے کہا کہ [illegible] صفیہ نے مجھ ہی سے پڑھوایا [illegible] لکھا تھا۔

خوش مزاج دلہن! خدا تم کو خوش و خرم رکھے۔

آج برسات کی وجہ سے گھر میں دل نہ لگا تمہارے برساتی بنگلہ میں آ گیا ہوں آج بھی کل ہی جیسا دن ہے۔ تمہاری صورت [illegible] ہر وقت میرے سامنے ہے لیکن تم نہیں۔ دنیا کے دستور پر غصہ آتا ہے۔ میری اس تحریر سے یہ نہ سمجھنا کہ میں تم کو یہاں بلانے کے لئے ایسا [illegible] ہوں۔ تم آج اپنے گھر ہو۔ تمہاری وہاں کی خوشی سے مجھ کو بھی خوشی ہے۔ ہاں دعا کرو کہ ایسا دن میری موجودگی میں پھر بھی آئے اور تم دستور دنیا کی قید سے بری بھی ہو۔

تمہارا آفتاب

صفیہ نے ترجمہ بڑی خاموشی کے ساتھ سنا اور دو مرتبہ ماشاءاللہ کہا پھر سنجیدگی و متانت کے ساتھ کہا" اختر تم کو خوش ہونا چاہئے کہ

رہے وہ دولہا تمہاری مرضی اور تمہارے دل کی خوشی کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہتے۔ میں نے ان کی تحریر کے ایک ایک لفظ پر غور کیا۔ میں یہ تو کسی طرح بھی نہیں سمجھ سکتی کہ تم نے جنگل کی بیویوں کی طرح اپنی چالاکیوں اور ترکیبوں سے اپنے شوہر کو پھانس لیا ہوگا۔ تم خود بھی نہایت سیدھی طبیعت اور بھولی بھالی لیکن رتبہ شناس دلہن ہو۔ اور صورت و سیرت میں ضرور اس قابل ہو کہ تمہارے دولہا میاں اور ساس تم کو آنکھوں پر بٹھا کر تمہاری صورت کی پرستش کیا کریں مگر ان کی تحریر سے تو تمہارے حسن کی پرستش ثابت ہو رہی ہے۔ تم نے ان کی اس تحریر سے کیا مطلب سمجھا اور کیا نتیجہ نکالا؟

میں نے برساتی بنگلہ کی کیفیت صفیہ کو سنا دی اور کہا کہ "آج بھی چونکہ کل ہی جیسا برسات کا سماں ہے اس لئے میرے یہاں ہونے پر دستور زمانہ پر ناراض ہو رہے ہیں۔ میں ان کے مطلب کو انکی تحریر سے سمجھ گئی۔"

صفیہ نے کہا کیا مزے کی تحریر ہے۔ تمہارے وہاں نہ ہونے کی اداسی کا اظہار ہے۔ زمانہ کے دستور پر غصہ پھر تمہارے یہاں کے قیام میں تمہاری خوشی پر اپنی خوشی کا اظہار اور اپنی موجودگی میں پچھلے وقت کی یادگار دہرا۔ غرض اپنی خواہش کو خوب دل کھول کر اور تفصیل کے ساتھ ظاہر بھی کیا۔ اور تمہاری خوشی کا خیال کرتے ہوئے صاف الفاظ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ میری تحریر کو بلاوا نہ سمجھ لینا۔

آخر وہ مرد ذات ہیں اس تحریر سے تمہارا امتحان بھی لے رہے ہیں

وہ تم کو یہ تحریر بھیج کر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم اپنے یہاں کی خوشی کو ان کی خواہش پر ترجیح دیتی ہو یا نہیں۔"

میں نے صفیہ سے کہا "خدا کی قسم میں تو دل سے ان کی دلی خواہش پوری کرنے کو تیار ہوں لیکن تم ہی بتاؤ کہ میں اس وقت وہاں جانے کی خود تو کوئی صورت پیدا نہیں کر سکتی۔ وہ اگر اپنی والدہ سے کہہ کر اپنی تائی کی زبانی [illegible] میرے بلانے کو کہہ کر بھیجتے تو میں اماں جان کو تامل بھی نہ کرنے دیتی لیکن اب کیا کر سکتی ہوں۔"

صفیہ نے کہا کہ "اب یہ بتاؤ کہ تم کو کرنا کیا چاہئے۔ تمہارے جانے سے وہ یقیناً تم سے بہت خوش ہوں گے۔ اور نہ جانے سے ان کو ضرور کچھ نہ کچھ ملال ہوگا اور یہاں کی بات تو یہ ہے کہ ان کی آرزو بھی ختم ہے اور ابھی نئی دلہن اور وہ بھی کہیں تم جیسی نیک بیوی۔ وہ بیچارے اپنی ملازمت پر جانے کے لئے پا بہ رکاب ہیں۔ ایسی صورت میں اگر ان کا دل چاہے کہ تم اُن کے روبرو رہو جب تک کہ وہ یہاں ہیں رہو تو کیا بے جا ہے"

میں نے کہا کہ تم یہ سب کچھ سچ کہہ رہی ہو۔ میں تو یہاں اپنی جانب سے آئی ہوئی [illegible] دل کی وجہ سے ہوں [illegible] کی خواہش میں نے نہیں کی تھی۔ اب حیران ہوں کہ ان کے اس [illegible] کیسے کہوں [illegible] کو صاف کہنے بھی نہیں ورنہ سب کچھ کہہ بھی دیا۔ آخر صفیہ سے اس کے متعلق تبادلہ خیال ہونے کے بعد میں نے سوچ سمجھ کر جواب لکھا اور صفیہ کو سنا دیا۔

"میرے سرتاج! خدا مجھ کو آپ کی اطاعت و خدمت گذاری میں خوش رکھے! مجھ کو اتا اماں کے آنے کے بعد خود آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن خود حاضر ہونے کی بجائے آپ کی خدمت میں یہ عریضہ بھیج رہی ہوں۔ اس کی معافی چاہتی ہوں آپ یقین فرمائیں کہ آپ کے برساتی بنگلہ کو میں اپنے لئے اب دنیا میں بہشت سمجھتی ہوں۔ میں اپنے دل کی حالت کو قلم کے ذریعہ کس طرح آپ پر ظاہر کروں۔ آپ کی تحریر پہنچنے سے پہلے ہی برساتی سماں دیکھ کر کل کے دن کا ایک ایک منٹ یاد آرہا تھا۔ آپ سے دوری کا اثر جو میرے دل پر ہے اس کو میں لکھ نہیں سکتی اس وقت آپ کا لکھا ہوا رقعہ دیکھ کر میری بے چینی حد سے بڑھ گئی ہے۔ میں تو آپ کی ہر خدمت کو انجام دینا اپنی خوش نصیبی اور فخر سمجھتی ہوں جس کمبخت دستور سے آپ کو وہاں اور مجھ کو یہاں تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے۔ اسی کی بنا پر مجھ کو اپنی اماں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی کسی طرح بھی درخواست نہیں کرنی چاہئے۔ یہ بہت ہی بہتر ہوتا کہ میرے پاس تحریر بھیجنے کے بجائے آپ کی اماں جان صاحبہ میری اماں کے توسط سے مجھ کو بلا بھیجتیں۔ میری اماں ایک منٹ بھی میرے بھیج دینے میں تامل نہ کرتیں اور میں فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتی۔ میرے آج یہاں رہنے کی خوشی کو

قدرتی برساتی بہار نے اور آپ کے برساتی بنگلہ کی آرزو نے افسردگی میں مبدل کر دیا ہے۔ اب تو بالکل ہی یہاں دل نہیں لگ رہا ہے۔ آپ کو میرا وہاں طلب کرنا آسان ہے مگر میرے جانے کی کوشش کرنا ذرا نازک مرحلہ ہے۔ اور اگر آپ کی یہی خواہش ہے کہ آپ کے رقعہ کی خود ہی تعمیل کروں تو کوئی سواری فوراً بھیج دیجئے میں فوراً حاضر ہو جاؤں گی۔ خدا کرے کہ میری باتوں کو آپ یقین کر لیں"

آپ کی کنیز:- اختر

یہ خط دولہا نے بہت پسند کیا۔ اور اسے آپ کے دریچہ برساتی بنگلہ میں بھیج دیا۔ تھوڑی دیر میں ماما جواب واپس آئی۔ دولہا کا زبانی پیغام کہ اگر کل شام تک یہی حالت رہی تو آپ کی والدہ کے پاس پہنچیں گی اور تمہارے لئے برساتی بنگلہ میں آ جائے گا۔ اور اگر مطلع صاف ہو جائے تو آنے جانے کا مذکور تو خوب رہے۔

غرض جب شام ہونے سے ذرا پہلے اتا صاحبہ اماں جان کے پاس آئیں اور کہا کہ بڑی بیگم کے سر میں سخت درد ہے۔ دلہن کو بلوایا ہے۔ میری اماں نے انا سے ان کی والدہ کی مزاج پرسی کی اور میرے بھیجنے کی تیاری کرنے لگیں۔

مغرب کے قریب تمہارے دولہا بھائی کھانا کھانے کے لئے آئے اماں جان نے کھانا کھلاتے ہوئے ان سے ان کی والدہ صاحبہ کی مزاج

غیر مناسب لہجہ میں جواب دیدیا جس سے باہمی رنج بڑھ کر کشیدگی کی نوبت
آگئی۔ شوہر نے اپنی ذاتی سمجھ اور انصاف کے تقاضہ سے اپنی بیوی کا ساتھ
دیا اور بیوی کی طرف سے دبے دبے الفاظ میں وکالت کی تو ماں باپ کی
طرف سے "زن مرید" اور اسی قسم کے خطابات کا مستحق ٹھہرا۔ [illegible]
کا دروازہ کھل گیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اس کے نتیجہ میں والدین کی محبت اور شفقت
سے بھی محروم ہوگیا۔ عزیز و اقارب دوست احباب میں والدین کی ناراضگی
کے چرچے حاشیہ بندی کے ساتھ ہونے لگے۔ غرض اپنوں اور غیروں کی
جھوٹ سچ باتیں سنتے سنتے جذبات قابو سے باہر ہوگئے اور نفرت کی
آگ بھڑک اٹھی۔ کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ دولہا میاں نے اپنے تمام فرائض
زوجیت کو بالائے طاق رکھ کر والدین کی تالیف قلوب اور خوشنودی کو مد
نظر رکھا اور ان کے ہمخیال ہو کر ان کا ساتھ دیا اور دلہن کے خلاف ہوگئے ایسی
حالت میں تو بیچاری دلہن کا بجز بیکسی کے سوا اور کوئی ساتھی نہیں رہتا ——
شریف النفس اور ضابطہ ہوئی تو عمر بھر برداشت کرتی رہی یا رو دیکھ دیکھ کر
زندگی برباد کر دی۔ کڑوے مزاج کی اور ضدی ہوئی تو مہینہ دو مہینہ یا
دو سال شوہر سے ان برے بھلے روٹی کھائی اور بعد میں کسی مہلک مرض میں مبتلا
ہو کر بے دوا خونِ دل پیا۔ اور غم و غصہ کھایا۔ کوفت اور جلن اس کی نذر
ہوئے اور آخر اللہ کے گھر کی راہ لی۔ یا گھبرا کے اپنے ماں باپ کے گھر جا کر
اُن کے گھٹنے سے لگ کر جا بیٹھی اور بھائی بھاوجوں کی ٹیڑھی سیدھی نگاہیں
اور باتیں برداشت کر کے عمر گزار دی۔ ایسی صورت میں بدقسمتی سے اگر بچے ہوئے

تو کوئی ترتیب اور تمہید کچھ نہ ہوئی اور سنِ شعور میں پہنچ کر انہوں نے بھی ماں
باپ اور خاندان کا نام خوب روشن کیا۔ غرض خاندان کے خاندان اور چھپے
چھپے گھرانے اِن جہالت کی باتوں اور فضول رسوم کی بدولت تباہ و برباد
ہوگئے۔ ہم نے ایسا ہوتا بھی دیکھا ہے کہ کسی لڑکی کی کسی وجہ و بہانہ سے
جب شادی کا سوال ہوا تو گویا اس لڑکے سے لڑکپن میں منگنی ہوئی تھی۔ انہوں نے
اس تقریب پر روپیہ صرف کرنے میں تو اب اور جانب کدورت کر دی تھی پھر جب
لڑکی اور لڑکا جوان ہوئے تو لڑکے والوں کی طرف سے شادی کا تقاضہ ہوا
لڑکا چونکہ بدچلن نکلا اور لڑکی نے تعلیم اور لیاقت میں کمال حاصل کیا تھا
اس لئے شادی کے سوال پر لڑکی کے خاندان میں دو جماعتیں ہوگئیں۔ ایک
نے ضد کی کہ لڑکی کی شادی اس لڑکے سے نہ ہونی چاہئے لڑکا بدچلن نالائق
اور لڑکی کے قابل نہیں ہے۔ اس جماعت میں لڑکی کے باپ بھی شامل تھے
دوسرے لوگ کہتے تھے کہ جب معصوم عمر میں منگنی ہو چکی ہے تو نسبت کا
توڑنا ٹھیک نہیں۔ [illegible] دوست کے نقشہ میں لڑکے والوں کے فرزند رہتے
ہیں کہ لڑکی [illegible] سے ہماری [illegible] کو کیا [illegible] نہیں پہنچتی ان کے
کھانے اور پہننے کو ملتا رہے۔ غرض شادی سے پہلے ہی لڑکی کے گھر خوب
جنگ بپا کر دی۔ اور لڑکے کے گھر والوں میں علیحدہ بدمزگیاں پیدا ہونے
لگیں۔ لڑکی کے ماں باپ میں اس اختلاف سے کشیدگی بڑھ گئی۔ لڑکی زبان
سے تو کچھ نہ کہہ سکتی تھی چونکہ پڑھی لکھی تھی اور گھر کے لوگوں کی اختلافی
بحث میں وہ یہ دیکھ رہی تھی کہ میری قسمت کا جو فیصلہ میری ماں کر رہی ہیں

مخالفت کرے آنکھیں نہ کھلیں پھر یہ سب کچھ ہونے کے بعد پہلی رات بیچاری
لڑکی کو بخار کی شدت کے سبب باپ نے بغرض احتیاط بلا لیا تو کیا بُرا کیا
اس بدنصیب جاہل لڑکے کو چاہیے تھا کہ صبر و سکون کے ساتھ اس کو گوارا
کرتا تحقیق و تصدیق کے بعد کوئی فیصلہ کرتا اور جاہل دوستوں اور مشیروں
کی رائے پر عمل نہ کرتا۔

جمیلہ! سب سے زیادہ ہم کو اس کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہیے
بے اصل رسوم کو کوشش کرکے ترک کرنا چاہیے۔ والدین اپنے بچوں کی تربیت
و تعلیم میں یہ ضرور بتائیں کہ اولاد کو والدین بزرگان خاندان اور ہمسایوں سے
کیسا برتاؤ کرنا چاہیے۔ شوہر کو زوجہ سے اور زوجہ کو شوہر سے۔ خدائی اور
شرعی سلوک کس طرح کرنا چاہیے۔ ان ضروری باتوں کی ہم لوگوں میں بڑی
کمزوری ہے جس کے بُرے نتائج روزانہ پیش آتے رہتے ہیں۔ بھلا تم ہی بتاؤ
کہ ایسے سلوک اور عمدہ برتاؤ سے مجھکو اپنی ساس اور شوہر سے کسقدر محبت ہوگئی ہوگی اور کیا اس
حالت میں کسی قسم کی شکایت میرے دل میں پیدا ہو سکتی ہے؟ جب یہ دونوں
میرے اور میرے گھر والوں سے انتہائی محبت اور اخلاص کا برتاؤ کرتے ہیں تو
میں اُن کے گھر کے کسی چھوٹے سے چھوٹے کی منشا کے خلاف کیونکر کر سکتی ہوں؟
میں ان کی جائز خدمت گذاری کے شوق میں سب سے پہلے بیکار رسومات
اور فضول رسموں کو توڑنے کے لیے بڑی خوشی سے تیار ہوں۔ بشرطیکہ یہ
خدمت ان کو گوارا ہو۔"

تمہارے دولہا بھائی کا رقعہ آیا تھا۔ اگر اماں جان اُن کے زبانی پیغام

یہ ذرا بھی خیال کرتیں تو ہمیں اُن کی مخالفت پر تیار ہو جاتیں اور خود وہاں چلی جاتیں
غرض یہ کہ ساس کے قریب زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹے بیٹھی ہوں گی
کہ ساس صاحبہ نے اتنے میں کہاروں کو بلوا کر دلہن کا میانہ برساتی بنگلہ
تک پہنچا دو۔ میں تیار ہوئی اور میانے میں سوار ہو کر برساتی بنگلہ میں پہونچی بہن جمیلہ!
میں اماں جان کے ہاں کل والے دن کے لطف کو رہ رہ کر یاد کر رہی تھی لیکن
ان کو دفعۃً دیکھ کر اُن کی منشا کے خلاف اماں جان کے گھر رہنے کو میں نے
بالکل پسند نہیں کیا اور اپنے باپ کے گھر سے دل اُچٹ گیا غرض میں برساتی
بنگلہ میں اُن سے ملنے اور ہم کلام ہونے۔ برساتی بنگلہ کی بہار کے ارمان لئے
ہوئے اُتری۔ اُس وقت وہ میری طرف جس انداز سے دیکھ رہے تھے اُس کا
فوٹو ہوتا تو تم کو بھیجتی۔ وہ عجیب انداز سے مسکرا رہے تھے میں بھی اُن کی
صورت دیکھ کر شرما شرما کر مسکرائی اور اسی شرم آمیز تبسم میں سلام کیا
اور حتی المقدور خوش ادائی کے ساتھ اُن کے قریب پہنچی۔

پیاری جمیلہ! میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ دل میں تو اُن کی
صورت دیکھنے کا شوق ہوتا ہے لیکن نگاہیں چار نہیں ہوتیں۔ معلوم وہ میری
اس شرمانے والی نگاہوں کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ ہر بات اُن سے
نگاہ ملا کر شروع کرتی ہوں لیکن ختم کلام تک نگاہیں جھک جاتی ہیں۔
میں میانے سے اُتر کر جب آ رہی تھی تو وہ میری رفتار کو صحن بارہ دری
میں کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ ان کی برابر آرام کرسیاں قرینے سے
بچھی تھیں۔ میں ایک کرسی پر بیٹھنے کی نیت سے اُس کی طرف بڑھی۔ ابھی

بیٹھنے بھی نہ پائی تھی کہ مسکرا کر کہنے لگے "دو دن بھر کی دلہن بدرشتہ سمجھوتا
ہو رہی ہے۔ بلاتے ہوئے آرام سے بیٹھو۔ نہ دوں گا"

حمیدہ! اب تو میرا شوق اور ان کی محبت مجھ کو دیوانہ سا بنا
بنائے دیتی ہے۔ لیکن پھر بھی میری فطرت حیا کو دوست اور تامل پیدا کر
دیتی ہے"

غرض ان کی پر اشتیاق بغل گیری کے بعد میں کرسی پر بیٹھی تو رقیہ کے
متعلق ذکر شروع کیا۔ مجھ سے کہا کہ "تم کو اپنے سے جدا کر کے آج میں نے
تمہارے گھر والوں کو اطمینان سے نہ رہنے دیا"

میں نے جواب دیا کہ "آپ نے نہیں بلکہ میرے دل نے" اس کے جواب
میں کہنے لگے "یہ تو تم میرا دل رکھنے کو کہتی ہو۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ اس گھر
سے زیادہ عورت کو اور کوئی جگہ پسند نہیں ہو سکتی جس گھر میں ناز و نعم کے
ساتھ اس نے پرورش پائی ہے اور خصوصاً دلہنوں کو جن کو یک نئے گھر
جا کر نہ حسب منشا اور حسب عادت کوئی گفتگو کرنے والا ملتا ہے۔ نہ مرضی کے
موافق سونا بیٹھنا۔ لیٹنا اور چلنا پھرنا نصیب ہوتا ہے ایک قید ہوتی ہے
اس طرح بیٹھو۔ اس طرح لیٹو۔ یوں کھاؤ اور جو حد مقررہ کے خلاف کچھ
کرو تو بے حیائی اور بے شرمی کے خطابات عطا ہوتے ہیں۔ نئے لوگوں سے
واسطہ ہوتا ہے۔ میں کیسے سمجھ لوں کہ تم کو تمہارے دل نے وہاں بے چین رکھا ہو
زیادہ سے زیادہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ میری تحریر نے تم کو ضرور بے چین کیا
ہوگا۔ میں پرچہ بھیجنے کے بعد اسی خیال سے پچھتایا کہ تم اپنے بس میں تو ہو نہیں

ماشاء اللہ خرم کی بچی ہو۔ کیسے آسکتی ہو لیکن پھر یہ بھی خیال آیا کہ میری تحریر پڑھ کر
تم وہاں جب تک رہو گی الجھن میں رہو گی" ان کی اس گفتگو کے جواب میں میں نے
اپنے دلی خیالات کا اظہار کر دیا اور کہہ دیا کہ "جو کچھ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ نئی
دلہن کے لئے ماں باپ کا گھر ضرور ایسا ہی عزیز ہوتا ہے لیکن کن دلہنوں
کے لئے ان دلہنوں کے لئے جن کو سسرال میں آکر ان کی مرضی کے موافق کوئی
گفتگو کرنے والا نہ ملتا ہو۔ عادات کے موافق سونا اٹھنا بیٹھنا نصیب نہ ہوتا ہو
لیکن آپ کے گھر آکر میرے ساتھ جو محبت کا برتاؤ آپ کے بزرگوں نے اور ہر
چھوٹے بڑے نے کیا ہے اس نے مجھے آپ کے گھر سے اس قدر وابستہ کر دیا ہے
کہ میں یہاں ہر طرح خوش ہوں اور یہاں کی پرکیف زندگی کی دیوانہ مجھے اپنی
ماں کی محبت کا نمونہ آپ کی والدہ صاحبہ میں مل گیا۔ حقیقی بہن نہ میرے ہے
اور نہ آپ کے۔ لیکن آپ کی تایازاد بہن اور خالہ زاد بہنوں نے بھی مجھ کو
حقیقی بہن سے کم نہیں سمجھا میرے سونے اٹھنے بیٹھنے وغیرہ کا جو خیال آپ کے
گھر ہوتا ہے۔ میں دعا کرتی ہوں کہ ہر لڑکی کو نصیب ہو میرے گھر والوں
سے زیادہ محبت کا برتاؤ تو آپ کے گھر کے ہر چھوٹے بڑے نے میرے ساتھ
کیا ہے۔ خصوصاً آپ کا سلوک تو میرے لئے وہ ہی ثابت ہوا ہے۔ پھر میں
اگر اپنے دل کے ہاتھوں بے چین نہیں ہوئی تو میرا دل کاہے کو ہوا پتھر ہوا"

میری یہ باتیں سنکر کہنے لگے "خیر تمہاری یہ تعریفیں تو تمہاری ہی خوبی
کا ثبوت ہیں اگر واقعی تم یہاں خوش ہو تو یہ محض اس لئے کہ تم سلیم الطبع اور
فرمانبردار اور رشتہ شناس پیاری دلہن ہو۔ ورنہ دلہن تم جیسی صفات کی مالک ہو

اُن کے سسرال والے حقیقی محبت کے ساتھ پیش آنے پر کیوں مجبور نہ ہوں
ایسے شریف اور بزرگ والدین بھی تو ہوں جیسے تمہارے والدین ہیں۔ ان کی
خالص محبت کے بدلے میں ہماری طرف سے تم کو کچھ بھی آسائش و آرام نہ
پہنچ سکا واللہ تم یقین کر لو۔ تمہاری والدہ کا رتبہ میں اپنے نزدیک ایسا ہی
سمجھتا ہوں جیسے اپنی اماں جان کا اور یہ سب اُن کی محبت کے اثر اور برتاؤ سے ہے۔

بہت دیر تک اسی قسم کی باتیں کرتے رہے۔ اور چھوٹے والی پلنگڑی پر کل کی
طرح سرہانے روشنی رکھکر بے تکلفی کے ساتھ اپنے پہلو میں مجھکو بھی آرام کا موقع
دیا۔ اور ایک کتاب پڑھ کر سناتے رہے جس میں شرعی مسائل اور ضروری اور غیر
ضروری رسموں کا ذکر تھا دس گیارہ بجے تک یہ سلسلہ جاری رہا اور بعض مسائل
پر وہ میرے خیالات بھی معلوم کرتے رہے۔ غالباً ان مسائل کا ذکر انہوں نے آج
عمداً شروع کیا تھا۔ اس لئے کہ وہ مجھکو ایسے شرعی مسائل سے آگاہ کرانا ضروری
سمجھتے تھے جن کا تعلق عورت کی زندگی سے ہے اور جن کو دوسرا کوئی اور عزیز پوری
طرح نہیں سمجھا سکتا وہ مسائل کے سمجھانے میں پوری کوشش کر رہے تھے اور میرے سمجھ
لینے کا اطمینان بھی کر لیتے تھے۔ آخر یہ سلسلہ ختم کرکے کتاب بند کر دی اور کہا کہ
اب پھر کسی وقت دوسری باتیں بتائیں گے۔ کتاب رکھنے کے بعد انہوں نے
ایک انگڑائی لی اور کروٹ میری طرف بدلی۔ ان کا یہ کروٹ لینا بطور مذاق کے تھا
اس کے بعد کی سرگزشت کا ذکر مناسب نہیں یہاں میری یا نئے دولہا دلہن کے
جذبات اور جذبات کی شوخیوں کا تجربہ تم کو خود ہے۔

بجیبہ! میری شرم میری تہذیب میرے ادب وغیرہ کی سب تعریف

کرنے میں تمہیں [illegible] ہوگی کیونکہ [illegible] ثابت
ہوگی۔ جب فطری جذبات و تحریک کے اوقات میں شرم و حجاب کہاں۔ عورت
اور مرد کتنے ہی سنجیدہ اور مہذب کیوں نہ ہوں ایسے اوقات میں حیوانوں سے
بھی بڑھے چڑھے ثابت ہوتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں اگر [illegible]
[illegible] کام میں لایا جائے تو پھر فطری جذبات [illegible] کے ثبوت
سب غلط ثابت ہو جائیں۔

پیاری بجیبہ! [illegible] فطری [illegible]
ہوئی ہوں [illegible] جذبات [illegible] تحریک کے وقت میں شوہر کے
سامنے [illegible] شرم سے [illegible] شوہر کے [illegible]
اور فطری [illegible]
[illegible] خوشی کے [illegible] میرے خیال میں جو
عورتیں [illegible] اپنے شوہر کے سامنے [illegible]
اپنے شوہر کے [illegible]
شوہر ان سے خوش نہ [illegible] ہوں گے۔ [illegible] شوہر [illegible]
ہوں گے۔

آج [illegible] میرے [illegible]
عجب عجب طرح سے [illegible]
دیوانگی کا [illegible]
کہنے کو تیار ہوں۔ [illegible]

ترقی کرتے جاتے تھے اور ناخوشگواری کی حد تک نہ پہنچتے تھے۔ آج کی مفصل روداد میں کیا شاید ہی کوئی قلمبند کر سکے قدرت کی قلم کاریوں اور گہر ریزیوں کی مفصل کیفیت کو انسان کے ہاتھ کا قلم کیا لکھ سکتا ہے۔ دنیا میں مرد و عورت کا یہ فطری سلسلہ مرد کو مرد کی جگہ اور عورت کو عورت کی جگہ بہت زیادہ پُرلطف اور پُرکیف ہے۔ افسوس ہے اُن زن و شوہر پر جو باہمی کشیدگیوں اور جہالت کی بنا پر اس قدرتی عیش و مسرت سے محروم رہتے ہیں۔

سجیلہ! اب ہم دونوں میاں بیوی کا وہ پہلا سا حجاب تو رہا نہیں کہ انکے مذاق کے جواب میں خاموشی کے ساتھ میں سر جُھکا دوں اب شرم و حجاب کے بدلے حاضر جوابی اور ناز پیدا ہو گئے ہیں۔ غرض اسی قسم کے پیار و محبت میں نیند آ گئی اور نیند بھی کچھ ایسی گہری آئی کہ دن چڑھے اُٹھی۔

آج کے واقعات میں میں یہ کہنا بھول گئی کہ میرے حُسن کی سیر اور میری جوانی کی قدر جتنی وہ کرتے ہیں اتنی ہی میں بھی اپنے قدردان کو فخر کی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔ میں سچ کہتی ہوں کہ اُن کا حُسن میرے حُسن سے کہیں زیادہ ہے۔ شکر ہے کہ شریکِ زندگی ہر لحاظ سے اچھا ملا ہے۔ باقی اور کوئی حالت لائقِ تحریر نہیں جس قدر مفصل میں نے لکھا ہے اسی طرح سجیلہ بہن میں تمہاری مفصل کیفیت[1] سُننی اور تمہارے قلم سے لکھی ہوئی دیکھنی چاہتی ہوں۔

---

[1] [illegible] کی شب [illegible] کی دلچسپ کیفیت "بہارِ عروس" کے نام سے چھپ کر [illegible]

ساتواں دن اور ساتویں رات

قلبِ نازک سے بدسلوکی

صبح کو برساتی بنگلہ سے میں اپنی ساس صاحبہ کی خدمت میں آئی حسبِ دستور گلاب کے ذریعہ ساس صاحبہ کو سلام کیا اور دعائیں سُنیں۔ قریب بیٹھ کر گلاب ہی کے ذریعہ مزاج پُرسی کی، آج اُن کے سر میں درد اور اعضا شکنی زیادہ تھی تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد مجھ کو یاد آیا کہ میرے کان کی بکلی اماں جان کے گھر رہ گئی ہے۔ میں نے موقعہ پا کر گلاب سے کہا کہ "اماں جان سے جا کر کہہ کہ کمرے کے اندر سنگدان میں بکلی رکھ کر بھول آئی ہوں وہ دیدو"۔ گلاب چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد بکلی لیکر واپس آئی۔ میری ساس کو ان باتوں کی مطلق خبر نہ ہوئی گلاب نے میرے پاس بیٹھ کر میرے کان میں آہستہ آہستہ کچھ کہا اور پھر کسی ضرورت سے کوٹھے پر چلی گئی۔ گلاب جس وقت میرے کان میں باتیں کر رہی تھی اس وقت انا صاحبہ قریب ہی چارپائی پر بیٹھی ہوئی پان کھا رہی تھیں گلاب سے باتیں کرنے کوٹھے پر جانے کے بعد انا صاحبہ نے میری ساس کے کان میں کچھ کہا اور جس کے جواب میں میری ساس نے کہا "ہاں ہاں، ان کو کوٹھے پر ابھی پہنچا دو"۔

سجیلہ! میں ساس کے الفاظ کا مطلب کچھ نہ سمجھی۔ اور نہ انا کی سرگوشی

چلی آئی۔ گلاب نے دریافت کیا کہ کیا اس کے متعلق تمہارے سامنے وہاں کوئی بات ہوئی تھی؟ میں نے سب باتیں کہدیں گلاب نے انّا کو بُرا بھلا کہتے ہوئے کہا کہ "یہ سب انّا کی شرارت ہے۔ وہ مجھ سے کل سے بگڑی ہوئی ہیں مجھ کو اور تم کو میرے منھ پر سب کچھ کہہ چکی ہیں۔ اس گھر میں ان کا بہت زور ہے انہیں کے باندھے سب بندھتے ہیں انہیں کے ٹانگے ٹنگتے ہیں مجھے تمہاری طرف سے ہول ہو گیا۔ تم ذرا سمجھ بوجھ کر رہنا۔ یہ تم کو خوش نہ بیٹھنے دے گی۔ کل اس کے بگڑنے ہی میں سمجھ گئی تھی۔"

میں نے گلاب کو اوّل تو ڈانٹا ڈپٹا اور کہا کہ "انّا سے تمہارا کونسا حصہ بٹ رہا ہے جو تم نے اُن سے بحث یا لڑائی کی باندھی" پھر میں نے گلاب سے دریافت کیا کہ "کس بات پر تمہاری ان کی گفتگو ہوئی۔ اور انّا نے تمہارے اور میرے متعلق کیا کہا تھا؟" گلاب نے کہا کہ "کل رقعہ کا جواب لیکر بہت کچھ بُرا بھلا کہا۔ میں فوراً اپنے اختیار سے برساتی بنگلہ میں کیوں نہ چلی گئی۔ انّا کو اس پر بہت غصہ آیا۔"

جمیلہ! میں کوٹھے پر آنے کی الجھن میں تو مبتلا تھی ہی یہ باتیں سنکر اور پریشان ہو گئی اس بات کا بہت ملال تھا کہ میں بالکل بے قصور ہوں اور خواہ مخواہ مجھ پر دو زبردست الزام قائم ہو گئے ہیں۔ میں نے گلاب سے دریافت کیا کہ "برساتی بنگلہ میں نہ جانے پر انّا نے اپنی طرف سے غصہ کیا تھا یا تمہارے دولہا بھائی کے غصہ کا انّا نے ذکر کیا تھا؟" گلاب نے کہا "انّا کہتی تھیں ان کو بھی تمہارا نہ جانا بہت ناگوار ہوا تھا۔" یہ سنکر مجھ کو بڑا فکر ہوا لیکن میں برابر یہ

سوچتی رہی کہ انہوں نے مجھ سے اپنی ناراضگی کا اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا بلکہ اُلٹی رقعہ بھیجنے کی معذرت کی تھی جیسی کہ اُن کی عادت ہے۔ میں ان کے مزاج کا پانچ ہی چھ روز کے عرصہ میں اندازہ کر چکی تھی۔ مجھکو بہت تعجب تھا کہ میری طرف سے اُن کو کوئی شکایت تھی تو دل میں کیوں رکھی۔

غرض جمیلہ! میں اسی قسم کی پریشانیوں میں مبتلا تھی اور اسی رنج و فکر میں گلاب پر بار بار خفا ہوتی تھی کہ اسی حالت میں خود بدولت تشریف لے آئے فوراً گلاب نیچے جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ انہوں نے طاق میں سے کوئی چیز لی اور نیچے جاتے ہوئے گلاب سے کہا "تم یہیں رہو۔ میں خود جا رہا ہوں۔" گلاب ٹھہر گئی اور وہ خود نیچے چلے گئے اس نئی بات سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ مجھ سے ضرور ناراض ہیں۔

بہن! اب میرے صدمہ کی کوئی حد نہیں رہی۔ مجھ سے ضبط نہ ہو سکا میرا دل بھر آیا۔ اپنی بے قصوری اور تمہارے دولہا بھائی اُن کی والدہ صاحبہ اور انّا کی ناراضگی کا مجھ پر غیر معمولی اثر تھا اثر کیا یوں سمجھو کہ دل بیقرار تھا۔ ان تینوں محبت کرنے والوں سے اس طرح ناخوش ہونے کی تو کبھی بھی توقع نہ تھی کیونکہ ان لوگوں نے چار پانچ ہی دن کے اندر میرے دل میں اپنی محبت کے سکّے بٹھا دیئے تھے۔ انّا کی کارروائی کا مجھکو سخت صدمہ تھا۔ سوچتی تھی کہ میں نے انّا کا کیا قصور کیا ہے گلاب نے۔ ان کو اگر شکایت ہے تو مجھ سے بدلہ کیوں اُتارا اگر وہ مجھ سے گلاب کی شکایت کرتیں تو میں ضرور گلاب کو یہاں آنے سے روک دیتی۔ بہت دیر تک میں انہی خیالات میں روتی رہی گلاب نے

اور کوئی نہ تھا۔ اماں دوپٹے سے منہ ڈھانپے میری طرف سے کروٹ لئے ہوئے لیٹی تھیں۔ تم جانتی ہی ہو کہ ذرا کسی بات پر دو آنسو نکلے اور میری آنکھیں سُرخ ہوئیں آج تو برابر روتے ہی گزری تھی۔ میری صورت کو انہوں نے غور سے دیکھا اور دیکھ کر نگاہیں بچالیں۔ میرے دل پر اُن کی اس بے پروائی کا ایک تیر سا لگا۔ کیونکہ اس وقت ان کی نگاہوں میں وہ میٹھا میٹھا پیار نہ تھا۔ جو میں نے اب تک دیکھا تھا ان کا دیکھنا اور دیکھ کر نگاہ بچالینا بتا رہا تھا کہ اُن کو میرے رونے کی وجہ معلوم ہے لیکن اس کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہے۔ اس احساس سے میرا دل اور بھر آیا۔ مجھ کو رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ میرا قصور ہو یا نہ ہو میری طرف سے ماں اور بیٹے دونوں کو شکایت بلکہ ملال ہے۔ میں یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ انا جی بھی آج سیدھے منہ بات نہ کرتی تھیں۔ مجھکو انا کی ناراضگی کا اب اس قدر افسوس نہ تھا۔ میں اب سمجھ گئی تھی کہ یہ سب آگ انہیں کی لگائی ہوئی ہے۔ تعجب یہ تھا کہ برساتی بنگلہ میں نہ جانے کی انہوں نے اپنے طور پر ذرا بھی شکایت نہ کی میں جب کوٹھے پر جانے کے معاملہ پر غور کرتی تو یہ بات میری سمجھ میں نہ آتی کہ اس میں میرا کیا قصور ہے جہاں بھیجتی ہیں چلی جاتی ہوں۔ جب بُلواتی ہیں آجاتی خود تو اپنے اختیار سے کہیں آتی جاتی نہیں۔ وہی سب حکم دیتی ہیں۔ رتبہ بھی میری ساس ہی نے گلاب کو حکم دیا تھا۔ ہاں انّا جی نے ان کے دان میں ضرور کچھ کہا تھا۔ انّا جی کا میں نے کیا قصور کیا تھا جو میرے محبّت کرنے والوں کو میرا مخالف کر دیا۔ اسی رنج و غم میں مغرب تک بیٹھی روتی رہی کھانے کے وقت میری ساس صاحبہ نے گلاب سے کہا کہ ان کو کوٹھے پر لیجاؤ

یہ یہاں بیٹھے بیٹھے تھک گئی ہوں گی۔ گلاب نے مجھے کوٹھے پر پہنچا دیا اور میں سہری پر رنجیدہ لیٹ رہی۔ گلاب میرے دل سے رنج و فکر دُور کرنے کے لئے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی لیکن میں نے اس کی کسی بات کو نہ سُنا اور نہ کچھ اثر لیا۔

آج کا دن میرے لئے خدا جانے کیسا منحوس دن تھا کہ تمام دن روتے دھوتے گزرا تھوڑی دیر کے بعد آقا کھانے کا خوان لائیں۔ میں اُن کی آہٹ سُنکر اُٹھ بیٹھی۔ ابھی انا صاحبہ خوان رکھکر واپس جانے بھی نہ پائی تھیں کہ خود بدولت تشریف لے آئے۔ اور انا و گلاب دونوں نیچے اُتر گئیں۔ انہوں نے اپنے اچکن کو اتارا اور میرے قریب بیٹھکر میرے کھانے کی تواضع کی۔ میں سر جُھکائے بیٹھی تھی اور میری آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری تھے۔ مجھے روتا دیکھ کر تمہارے دولہا بھائی نے پوچھا "کیا قصہ ہے۔ اُس وقت بھی تمہاری آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں اور اب بھی رو رہی ہو؟ لو اَب کھانا کھالو۔ پھر باتیں ہونگی آدمی کو چاہیئے کہ ہر بات کو خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لے تب کوئی اثر لے۔ یوں ذرا ذرا سی بات پر رنج و غصہ کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا بہن سجیلہ میرے دل پر آج انکا اس قدر رُعب تھا کہ بات کرنے سے خوف معلوم ہو رہا تھا۔ ان کے جواب میں صرف اتنا کہہ سکی کہ مجھکو بھوک نہیں ہے" انہوں نے ذرا ترش لہجہ میں کہا کہ بیکار اپنے اور میرے دل کو رنج دیتی ہو" میں یہ کہکر کہ رنج کی کوئی بات نہیں" اُن کے ساتھ کھانا کھانے لگی۔ یہ صرف ان کے حکم کی تعمیل تھی ورنہ درحقیقت ایک لقمہ کی بھی بھوک نہ تھی۔ کبھی کبھی وہ کھانا کھاتے کھاتے کہہ اُٹھتے کہ "تم تو بے دلی سے کھا رہی ہو" میں ان کی تسکین کے لئے کہہ دیتی

تھی کہ "اچھی طرح کھا رہی ہوں"۔ کھانا ختم ہوا تو انا کو دسترخوان اُٹھانے کو
سپرد کیا۔ اور میں لوٹے میں پانی اور صابن دانی اور تولیہ لے کر اُن کے
قریب کھڑی ہو گئی جب وہ ہاتھ دھو اور کلی کر کے فارغ ہوئے تو تولیہ
لے کر ہاتھ پونچھے۔ میں نے بھی ہاتھ دھو کر پان بنائے۔ اور سامنے رکھ دیے۔
اب وہ اطمینان سے لیٹ گئے اور خاموشی سے ایک کتاب کا مطالعہ کرنے
لگے میں بھی خاموشی سے انتظار کرتی رہی کہ آج کے واقعات کا شاید وہ
کچھ ذکر کریں۔ کئی بار میرا ارادہ ہوا کہ میں ہی بات کروں اور اپنی صفائی پیش
کر کے اپنی بے تصوری ظاہر کروں۔ لیکن آپ ہی آپ یہ سوچ کر رہ جاتی تھی
ممکن ہے کہ میرا ذکر چھیڑنا ناگوار گزرے۔ وہ خود کچھ بات کریں تو میں ان کو اس
رُخ پر لے آؤں۔

آج کے غیر معمولی واقعات کا میرے دل پر اس قدر اثر ہوا کہ میں بیان
نہیں کر سکتی۔ وہ کتاب پڑھ رہے تھے اور میں رنج و غم میں مبتلا خاموش
بیٹھی آنسو بہا رہی تھی کہ انہوں نے کتاب سے نظر اُٹھائی اور میری طرف
دیکھ کر کہا کہ "تم لیٹ رہو تمام دن تم کو بیٹھے بیٹھے اور روتے روتے گزرا ہے
امّاں جان کی علالت کی وجہ سے میں بھی آج تمام دن بےچین رہا تم نے بھی
شاید اُن کی ہی وجہ سے آرام نہ کیا"۔ ان کی یہ طعن آمیز باتیں سُن کر میرے
دل میں چوٹ سی لگی اور میں نے روتے ہوئے کہا کہ "میری خطا کی تحقیق کر کے
مجھ کو جس طرح چاہیں سزا دیجئے۔ یوں دل میں بات رکھنے اور طعن آمیز گفتگو
کرنے سے مجھ کو جو رنج اور تکلیف ہوگی اس کا خیال تو مجھ کو نہیں البتہ میں کسی

حال میں یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ میری وجہ سے آپ کے دل میں بدگمانی اور
ملال رہے۔ یقیناً اس سے مجھ کو سخت تکلیف ہوگی اور آپ کو بھی"۔ انہوں نے یہ
سُن کر کتاب بند کر دی اور کہا "مجھ کو تمہاری کسی غلطی کا رنج ہو یا نہ ہو مگر امّاں
جان کی دلشکنی کا ضرور افسوس ہے۔ میں یہ سمجھے ہوئے تھا اور تمہاری سمجھداری
سے مجھے امید بھی تھی اور اب بھی ہے کہ تم میری طرح امّاں جان کی خدمت گزاری اور
اطاعت کو اپنا فرض سمجھو گی۔ لیکن آج کی تمہاری تھوڑی سی نا سمجھی اور بے خیالی
نے تین چار آدمیوں کو کافی رنج پہنچایا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم نے قصداً اپنے آرام کو
امّاں کی اطاعت سے زیادہ سمجھا بلکہ میں تمہاری نا سمجھی پر محمول کرتا اور اس
فروگذاشت کو بالکل اتفاقی بیان کرتا ہوں۔ مگر اس قسم کی چھوٹی چھوٹی نا سمجھیاں
صرف میری ذات سے تعلق رکھتیں تو یقیناً میں ہرگز تم پر ظاہر بھی نہ ہونے
دیتا اور کسی وقت مناسب پر سمجھا دیتا لیکن امّاں جان کی اس ناگواری کو جو کہ
تمہاری غلطی یا فروگذاشت سے پیدا ہوگئی ہے میں کسی حالت میں کیونکر درگزر
کر سکتا ہوں جب کہ اُن کی زندگی کو ملحوظ رکھ کر تمہارے متعلق اُن سے کچھ کہنا
ادب کے خلاف ہے۔ وہ دو گھڑی کی مختار ہیں اگر میں اس سلسلہ میں بے ادب
بن کر کچھ کہتا بھی تو ممکن ہے اُن کو زیادہ صدمہ ہوتا اور وہ یقیناً اپنے
دل میں یہ فیصلہ کر لیتیں کہ بیوی کی محبت اب بیوی کی طرفداری کرتی ہے
بہرحال جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ تم آئندہ ایسا موقع بھی
نہ آنے دو کہ وہ تمہاری طرف سے ذرہ برابر بھی مکدر ہوں۔ مجھے اس بات کا
بڑا افسوس ہے کہ آج پہلی مرتبہ ذرا سی بات پر تم کو تمہارا رنج اُٹھانا پڑا۔ ورنہ

اماں جان کو علیحدہ ملال ہوا۔ اور تم دونوں کے رنج و ملال کا مجھے الگ رنج
ہوا۔ میں نے موقع پاکر اماں جان سے تمہاری اس غلطی یا فروگذاشت پر اظہارِ
افسوس کے بعد نہایت خوبی سے یہ کام کیا ہے کہ تمہاری طرف سے اُن کے دل کو
صاف کر دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تم ابھی دستور اور رواج کے لحاظ سے گویا
بے زبان ہو۔ اس لئے اماں جان سے کچھ بات کر بھی نہیں سکتیں۔ جب تم
قیدِ دستور سے آزاد ہو گی تو اماں جان سے خود اپنی صفائی کر لینا۔ وہ
بہت صاف دل ہیں تم سے اُن کو بہت محبت ہے۔ اب تو جو کچھ ہونا تھا وہ
ہو ہی چکا۔ آئندہ کے لئے یہ خیال کر لو کہ چھوٹوں کو بزرگوں کی زیادہ سے
زیادہ خدمت خوشی سے انجام دینا فرض ہے۔ کیونکہ بزرگ قبر میں پاؤں لٹکائے
بیٹھے ہیں۔ خوشا نصیب اُن کے جو بزرگوں کے سایہ میں زندگی گذار رہے
ہیں۔ یہ سب انہیں کی برکتیں ہیں کہ بیفکری اور عیش سے دن گزرتے ہیں سمجھنے
کی بات ہے کہ جب اُن کو خود ہی ہمارے آرام کا خیال رہتا ہے تو پھر ہم کو
کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنے راحت و آرام کا خیال کر کے ان کو ناخوش رکھیں
اس میں شک نہیں کہ تم نے اپنے گھر ناز و نعم میں پرورش پائی ہے اور ہر قسم
کی راحت و آسائش میں تمہاری زندگی بسر ہوئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ
تم دنیا اور دُنیا کے طور طریقوں سے بالکل ناواقف ہو ایسی حالت میں ناتجربہ کاری
کے سبب تم سے اس قسم کی غلطی یا فروگذاشت کا ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں
ہے۔ میں نے اماں جان سے جب تمہاری ناسمجھی اور بھولپن کی فروگذاشت کا
ذکر اماں جان کے فرمانے پر کیا تو وہ ہنس کر فرمانے لگیں کہ لڑکپن ہے سمجھ آتے

آتے خود سمجھ جائیں گی۔ میرا اس سے مطلب یہ ہے کہ اب اپنے دل سے اس رنج کو
دُور کر دو۔ تمہاری ماں جان بھی کبھی تمہاری کسی غلطی پر ناخوش ہوئی ہوں گی۔ یہ
بھی تمہارے لئے تمہاری والدہ سے کچھ کم رتبہ نہیں رکھتی ہیں۔ تم خود ہی رتبہ
شناس اور سمجھدار ہو۔ اور اب تو اماں جان کو بھی کچھ خیال نہیں رہا ہے۔"

میں نے اُن کی باتیں سُنکر صرف اتنا کہا تھا کہ آپ کی اماں جان کا مرتبہ جو
میرے دل میں ہے [illegible] ہے کسی کی دنیا میں ایک ماں ہوتی۔ دل میرے
دو ہیں۔ اگر آپ خوشی سے [illegible] تو میں آج کے واقعہ کی حقیقت
سے آپ کو آگاہ کر دوں۔ نہ یہ غلطی [illegible] اور نہ فروگذاشت بلکہ حقیقت میں
ایک سازش ہے اور واقعہ یہ ہے کہ [illegible] سے ناواقف ہونے کے سبب
آپ اور آپ کی والدہ [illegible] بھی ملال اور ناراضگی ظاہر کر دیا کہ [illegible] حقیقت
میں مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے بلکہ آپ اور [illegible] خیال کئے ہوئے تھا
[illegible] ایسی [illegible] واقعہ [illegible] کھینچا اور نوبت یہاں تک
پہنچی کہ میری اس مختصر تقریر کو انہوں نے حیرت سے سُنا اور [illegible] کی طرف
[illegible] فرمایا کہ [illegible] میں تم [illegible] کہ میرا تمہاری
طرف سے دل صاف ہے۔ میری تمہاری اور والدہ کے درمیان ایک [illegible] کی
[illegible] رکھتا ہوں [illegible] کوئی رنج نہ پہنچا ہوگا۔
[illegible]
[illegible]
[illegible]

یہ کہتے کہتے میرے قلب پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ بے اختیار میرا دل بھر آیا اور
میں زار رونے لگی۔ میں نے دیکھا کہ میرے رونے کا ان پر بہت اثر ہوا۔ اور مجھ سے
کہا کہ "اچھا رو نہیں۔ تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو وہ کہو؟ تم کیوں رو رو کر اپنی طبیعت
کو بے قرار کر رہی ہو۔" میں نے اپنی طبیعت کو سنبھال کر اور آنکھوں کو صاف کرکے کہا کہ آپ نے جو
کچھ فرمایا ہے وہ اگر کوئی ایسا ہوتا جو سچ نہ مانے گا۔ میں اپنی غلطی اور قصور
سے انکار نہیں کرتی۔ شاید مجھ ہی سے قصور ہوا ہو۔ لیکن ایک بات میں
بھی ابھی تک نہیں سمجھی وہ یہ کہ میرے دل میں تو اس کا خیال تک بھی نہیں
آیا تھا کہ میں آپ کی اماں جان کو نیچے چھوڑ کر اوپر جاؤں۔ آپ کی اماں جان
نے خود ہی کہا تھا کہ ان کو کوٹھے پر پہنچا دو۔ اور گلاب نے ان کے حکم کی تعمیل
کی تھی۔ میں حیران ہوں کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے کیونکہ یہ رائے قائم کی
کہ میں آرام کی خواہشمند ہوں اور یہاں بیٹھنے سے مجھ کو تکلیف ہو رہی ہے
میرے کسی اشارے [illegible] سے انہوں نے اپنے دل میں یہ
خیال قائم کیا تھا یا میری کسی حرکت اور بے چینی سے میری یہ خواہش محسوس
کی تھی۔ ہاں میرا قصور یہ ضرور ہے کہ میں نے والدہ ماجدہ کے حکم کی تعمیل کی
اور کوٹھے پر چلی گئی اگر مجھ کو کسی طرح یہ معلوم ہو جاتا کہ والدہ ماجدہ کسی خاص وجہ
سے مجھ کو اوپر بھیج رہی ہیں تو میں ضرور انکار کر دیتی اور کوٹھے پر ہرگز نہ جاتی۔
میں نے تو یہ سمجھ کر انکار نہیں کیا کہ شاید آپ کی اماں جان یا آپ کے کسی اشارہ
کی بنا پر یہ مجھ کو کوٹھے پر بھجوا رہی ہیں۔ اور ایسا سمجھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انا
جی نے آپ کی اماں جان کے کان میں کچھ کہا تھا۔ اور انا جی کی بات کے جواب

تو جب انہوں نے کہا کہ "جب ان کو کوٹھے پر پہنچا دو" تو اب [illegible]
گزرے، اور آپ اجازت دیں تو اس معاملہ میں کچھ اور کہوں۔" [illegible]
سُن کر تمہارے دولہا بھائی نے اجازت دیتے ہوئے کہا: "میں تو یہ اب تم سے
سن [illegible] اماں جان نے اپنے حکم سے کوٹھے پر [illegible] مجھ سے [illegible]
نے یہ کہا کہ دلہن نے خود کو مجھ پر [illegible]
کے ذریعہ یہاں بھجوا دیں۔" میں نے کہا کہ "خدا کرے آپ [illegible]
میں سمجھ [illegible] نہیں ہوں۔ میں [illegible]
پہنچانے کو کہنا تو بڑی بات ہے اپنے دل میں بھی خیال نہیں کیا۔ [illegible]
تہمت ہے۔" اتنا سُن کر مجھ سے دریافت کیا کہ اماں جان سے [illegible]
کہی تھی وہ تم نے اپنے کان سے سنا تھا؟" میں نے کہا [illegible]
تو نہیں سُنا [illegible] آنکھ سے [illegible]
کہ اُن کے کان میں کہنے کے بعد فوراً ہی [illegible] آپ کی اماں جان
نے یہ کہا [illegible] کو کوٹھے پر پہنچا دو۔" [illegible] آپ کی اماں جان نے
سے [illegible]
[illegible]
[illegible] کے کان میں بات [illegible]
[illegible] میری تکلیف کے [illegible]
زبان سے کہہ کر مجھ کو [illegible] کان میں [illegible]
[illegible] کان میں بات کہنے کا مطلب تو میں بھی سمجھی [illegible]

اتنی سی بات کا یہ طوفان اٹھا ہے واقعہ یہ ہے کہ آنا بی کو گلاب سے اور خود ت
رنج تھا۔ یہ اُس رنج کی سزا دی گئی ہے۔" انہوں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے
کہا "کیا اس واقعہ سے پہلے بھی کوئی ایسی بات ہوئی تھی جس سے آنا کو
رنج پہنچا تھا۔ مجھ کو اس کا بالکل علم نہیں۔" میں نے کہا "جی۔ کل کی بات
ہے۔ گلاب نے مجھ سے کہا کہ آج کی ساری کارروائی آنا جی کی سوچی ہے۔ اس بات
پر وہ ناراض ہیں کہ میں کل آپ کا رقعہ پہنچتے ہی برساتی بنگلہ میں کیوں نہ چلی
گئی۔ ان کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی چنانچہ اس بات پر سے کچھ بحث بھی ہوئی"
یہ سنکر تمہارے دولہا بھائی کو اور زیادہ دلچسپی ہوئی اور تعجب سے پوچھا۔
"یہ کیا! برساتی بنگلہ میں فوراً نہ پہنچنے کا کیا مطلب؟ تعجب ہے!"

میں نے کہا "جی ہاں! اگر یہ بات صحیح ہے کہ رقعہ پہنچنے کے بعد میرے
فوراً نہ پہنچنے پر آپ ناخوش ہوئے ہیں تو آپ کی ناراضی میرے سر اور آنکھوں
پر۔ اور میں اپنے اس قصور پر آپ سے معافی چاہتی ہوں مگر اس سلسلہ میں اتنا
ضرور کہوں گی کہ بہتر یہ ہوتا کہ آپ مجھ پر اسی وقت اپنی ناخوشی کا اظہار
کر دیتے اور میں اُسی وقت معافی کی خواہاں ہوتی یا پھر دوسری صورت
یہ تھی کہ میرے رقعہ کے جواب میں آپ کو زبانی پیغام کے ذریعے مجھکو آنے
نہ آنے کا اختیار نہ دیا جاتا۔ میں آپ کے اس قسم کے امتحانات میں یقیناً
فیل رہوں گی کیونکہ میں اوّل تو ناتجربہ کار ہوں اور پھر عورت جو ناقص العقل
مشہور ہے۔ ہاں خدمت و اطاعت اور ادب و تہذیب یہ میرا ہمیشہ فرض رہیگا
اور اپنے اقوال و افعال میں حتی الامکان قصور نہ ہونے دوں گی۔ البتہ ایسا

ہو۔ لیکن سسرال والے آپ کے کسی حکم یا اشارے کے سمجھنے میں مجھ سے غلطی ہو جائے۔"
میری بات قطع کر کے انہوں نے کہا کہ "میری سمجھ میں نہیں آیا کہ برساتی بنگلہ
میں جانے نہ جانے کا کیا قصہ ہے؟" میں نے یہ واقعہ ان کو سناتے ہوئے کہا
"آنا بی نے گلاب سے یہ کہا کہ چونکہ میں آپ کے رقعہ کے جواب میں فوراً نہیں
پہنچی۔ اس لئے آپ مجھ سے ناخوش ہو گئے ہیں۔ ورنہ آنا جی کو یہ بات ناگوار
گزری کہ وہ کہیں دلہن نوشا سوار ہو کر ان کے حجرہ کیوں نہ چلی گئی۔ اگر یہ بات
صحیح ہے تو میں کہوں گی کہ گھر کے اندر کی جو باتیں ادب و تہذیب در
لطف و خوشامد پر منحصر ہیں یہی نہیں ہوتیں کہ ان کے بجا لانے میں کوئی کسی
قسم کی۔ خیر! بیہودگی سے کوئی شرمناک الزام آتا ہو غریب و امیر رذیل
و شریف ہر قسم کے لوگوں میں نیکی سے سسرال جانے کے جو طریقے ہیں رائج
ہوتے جاتے ہیں۔ مرد کو تو ہر قسم کی آزادی ہے وہ جس وقت چاہے دُلہن
کو بلا بھیجے لیکن دلہنوں کو ایسی خفیہ طلب پر جیسا کہ رقعہ کے ذریعہ آپ نے
کی فوراً روانہ ہو جانا اپنے گھر کے بزرگوں سے کہے بغیر خلاف دستور اور
بے حیائی کہلاتا ہے۔ اگر میں فوراً آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتی اور بزرگوں
سے اجازت حاصل نہ کی جاتی تو آپ کے حکم کی تعمیل تو ضرور ہو جاتی لیکن
لوگ مجھ کو بے شرم اور بے حیا بھی ضرور کہتے۔ زمانہ بھر میں چرچے ہوتے مجھکو
تو کوئی کچھ نہ کہتا ورنہ میں ہر ایک کو آپ کا رقعہ دکھاتی پھرتی لیکن آپ اور
میرے بزرگ بدنام ہو جاتے۔ آپ میرے پاس رقعہ بھیجنے کے بجائے میری
اماں جان سے اگر زبانی کہلا بھیجتے تو وہ فوراً ہی مجھکو سوار کرا دیتیں۔ ذرا

کہا کہ "نہیں گلاب! بدستور رہے گی۔ میں تاجی کو اُن کی سب چاندنیاں جتاتے
ہوئے تنہائی میں اچھی طرح سے سمجھا دوں گا۔ اب اُن کو تم سے کاوش کے بدلے
[illegible] نہ ہوگا۔ تم اُن سے دب کر بات نہ کرنا۔ وہ میری اور تمہاری یکساں
تابعدار ہیں۔ ہم ہی اگر سر چڑھائیں گے تو وہ سر چڑھیں گی۔ ورنہ وہ ایک
[illegible] سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ ان کی خدمت کا لحاظ ہے کوئی اور
ہوتی تو کھڑے کھڑے ذلیل کر کے نکال دیتا۔ اور کبھی گھر میں نہ گھسنے دیتا۔
تم ان کی طرف سے اطمینان رکھو اب نہ وہ تمہاری طرف سے دل میں رنج
رکھیں گی اور نہ پھر کبھی ایسی حرکت کریں گی۔" اس گفتگو کے بعد میرے دل
سے وہ تمام اثرات دُور ہو گئے۔ جن سے تمام دن میں نے سخت روحانی
تکلیف اُٹھائی تھی وہ بھی تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔ پھر گفتگو کا
سلسلہ شروع کیا تو اس طرح کہ دن بھر کی روتی ہوئی آنکھوں سے ایک
پیار سے انداز سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "آج ان آنکھوں پر بڑا ستم
ہوا کہ دن بھر آبدیدہ رہیں۔ یہ آنکھیں اور یہ رخسار ہنسنے اور مسرت کی
لہریں دوڑانے کے قابل ہیں۔ ان میں تو شگفتگی ہی بھلی معلوم ہوتی ہے
یہ رونے اور آنسوؤں سے تر ہونے کے قابل نہیں ہیں" یہ کہہ کر انہوں
نے میرے تمام دن کے رنج و غم کو دُور کرنے کے لئے ایک خاص احتیاط
سے کام لینا شروع کیا۔ غرض تمام دن کی کلفت کو دُور کر کے انہوں نے
دل و دماغ میں لطف و عیش کی لہریں دوڑا دیں۔

میرے سر میں دن بھر کے غم و غصہ کے سبب درد ہو رہا تھا جب

وہ حسبِ معمول اپنی چھیڑ چھاڑ اور ربط و ضبط کا اظہار کرنے لگے تو میں نے درد
کا عذر کیا۔ جواب میں کہا گیا کہ یہ دردِ سر تمہارے رنج و ملال کے سبب سے ہے
اس کا بہترین علاج یہی ہے کہ اس فضول خیال کو اور اس خیال کے اثرات
کو دل و دماغ سے نکال دو طبیعت شگفتہ ہو جائے گی۔ اگر دردِ سر کسی اور
وجہ سے ہوتا تو تم سمجھ سکتی ہو کہ میں تمہاری اور دلہن کے شوہر جیسا بے ادب
بے رحم اور خود غرض نہیں ہوں۔ جمیلہ بہن! سچ یہ ہے کہ عورت کا لطفِ زندگی
مرد کے ہاتھ ہے۔ عورتیں اپنے مردوں کو بشرطیکہ وہ اسی طرح پیش آتے ہوں،
جیسے تمہارے دولہا بھائی میرے ساتھ پیش آتے ہیں سب سے بڑا محسن
سمجھیں تو بجا ہے۔ اُن کے اس احسان کا بدلہ میرے پاس سوائے اس کے
[illegible] نہیں ہے کہ سچے دل سے خدمت و اطاعت کروں۔ جو عورتیں اپنے
شوہروں سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا کرتی ہیں وہ یا تو احسان فراموش
ہوتی ہیں اور یا اُن کے مردان کے فطری جذبات سے بے خبر رہتے ہیں۔

بہن جمیلہ! آج کے ذیل قدر اور سبق آموز واقعات میں چند باتیں
ایسی ہیں جن کی وضاحت میں ضروری سمجھتی ہوں اور وہ یہ ہیں کہ گھر کے اندر
دلوں میں نفاق اور کدورت پیدا کرنے کے جہاں اور اسباب ہوتے ہیں
وہاں سب سے بڑا اور شرمناک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ ایرا غیرا تو دخل
معقولات کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ بے اصل رائی برابر بات کو پہاڑ بنا
[illegible]
[illegible] کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر اس سے بہتر اور کوئی طریقہ

نہیں۔ جو تمہارے دولہا کی [illegible] ہے اس طریقۂ عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ
نہ بہانا نہ دوسرے پہلے ... اور نہ دوسرے کو دخل اندازی کا موقع ملے گا
... بیوی یا ساس بہو کے درمیان کوئی شکایت پیدا ہو جائے تو اس کے
... بہترین صورت یہ ہے کہ وہ دل میں نہ رکھی جائے فوراً تبادلۂ
خیالات کر لیا جائے تاکہ طبیعتیں صاف ہو جائیں۔ ایسا کرنے سے ایک
دوسرے کی شکایت ہی نہیں ہو سکتی اور اگر ہو بھی تو وہ دل میں باقی نہیں
رہ سکتی۔ کیونکہ باہمی گفتگو سے سب شکایتیں دور ہو جائیں گی۔ عام طور
پر تم لوگوں میں نفاق اور فساد ہونے کی صورتیں یہی ہوتی ہیں کہ ساس کو
کسی ملازمہ یا کسی ہمسائی نے جھوٹ سچ لگا کر دلہن کی طرف سے بھڑکایا۔
ادھر دلہن کو ساس کی طرف سے غلط کر بدظن کیا اور دونوں کو لڑنے اور
مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ کر دیا ساس کو بیٹے کی اطاعت پر بھروسہ رکھنے
کے سبب اور ساس ہونے کی حیثیت سے دلہن پر حکومت کا زعم ہوتا ہے
اور دلہن کو اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی حمایت کا خیال اور پھر اپنے
قدردان شوہر پر بھروسہ ہوتا ہے۔ نتیجہ ان حماقتوں کا یہ ہو سکتا ہے کہ رفتہ
رفتہ دونوں اصل و بے اصل باتوں اور چھوٹی چھوٹی شکایتوں کو دل میں
جمع کر کے رنج و کدورت کے پہاڑ کھڑے کر لیتے ہیں۔ ماں بیٹے کو ادائے
حقوق کے شکنجے میں کس کر بیوی کی طرف سے بدگمان بناتی اور نفرت دلانی
شروع کر دیتی ہے اور جب گھر کے دن دولہا کو دلہن سے متنفر پاتے ہیں تو وہ
بھی دلہن کی وقعت نہیں کرتے بلکہ بدمزاجی اور نفرت سے پیش آتے ہیں۔

یہاں تک کہ معمولی ملازمہ کو بھی طعن و تشنیع اور دل شکن الفاظ استعمال کرنے کی
جرأت ہو جاتی ہے۔ دلہن اول اول تو خاموشی سے کام لیتی ہے اور پھر اپنی جہالت
اور نا عاقبت اندیشی سے اپنے والدین وغیرہ کو اپنا مددگار بنانا شروع کر دیتی
ہے۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ماں بیٹے کو دلہن کا دشمن بنا دینا چاہتی
ہے اور دلہن ماں باپ کی شہ پا کر خود پر زور ڈالتی اور اس کو اپنی طرف
کھینچتی ہے۔ کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ دونوں وہ دولہا دلہن کی باتوں میں آ جاتا ہے
اور کافی کیجی کی دولہا کو دولہن کا گرویدہ بنا دیتی ہے۔ ایسی صورت میں بیٹا
آخر ایک رفتہ ماں باپ سے فرنٹ ہو جاتا ہے جبکہ وہ برسر روزگار ہو اور
والدین کا محتاج ہونے کی صورت میں دلہن کا جادو اس پر اثر نہیں کرتا بلکہ
ماں کی پیدا کی ہوئی نفرت رنگ لاتی ہے۔ اور میاں بیوی میں نا اتفاقی کی
خلیج روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہے اور اس کے نتائج بعض اوقات نہایت
خطرناک ہوتے ہیں اس صورت میں یہ بھی ہوتا ہے کہ دلہن صاحبہ تین چار
مہینے یا برس دو برس سسرال میں رہ کر اپنے میکے کو ناراض ہو کر چلی جاتی
ہیں اور دس بیس الٹی سیدھی خود سنکر اور سوچ کر اپنے سسرال والوں
اور خصوصاً شوہر کو کہہ کر اپنے ماں باپ کے سہارے لگ جاتی ہیں۔ یہ
سب جہالت کے نتیجے ہیں اور ان خرابیوں کے ذمہ دار مرد ہیں۔ اس
لئے کہ مرد کامل العقل ہیں اور عورت ناقص العقل۔ مردوں کا فرض ہے کہ
وہ اس جہالت کا انسداد تعلیم کے ذریعہ کریں۔

آٹھواں دن اور آٹھویں شب

جذباتِ عیش میں پابندیٔ شرع

سجیلہ! آج صبح تمہارے دولہا بھائی جب نیچے اُتر گئے تو گلاب بندا نے پانی گرم کیا اور میرے نہلانے کا انتظام کیا۔ جب میں غسل کر چکی اور بیٹھ کر اپنے بال سکھانے میں مشغول ہوئی تو نیچے سے تمہارے دولہا بھائی کے بولنے کی آواز آئی۔ ہر چند کان لگاتی تھی کہ اُن کی گفتگو سمجھ میں آ جائے لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا البتہ بعض بعض الفاظ سے اتنا پتہ چلا کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا تعلق کل کے واقعہ سے ہے۔ میں ۹ بجے تک کوٹھے پر نہانے دھونے اور کپڑے پہننے میں مشغول رہی۔ جب سارے کاموں سے فارغ ہو گئی تو گلاب سے کہا کہ "مجھکو نیچے پہنچا دو"۔ جب میں اپنی ساس صاحبہ کے قریب بیٹھی اور حسب معمول آداب کے ذریعہ سلام کیا تو آج میرے سلام کا جواب بڑی محبت کے ساتھ دیا گیا۔ میری ساس صاحبہ اس وقت لیٹی تھیں میرے سلام کرنے پر دعائیں دیتی ہوئی اٹھ بیٹھیں۔ دعائیں بھی بہت لمبی لمبی دیں اور دعاؤں کے سلسلہ میں کل والے واقعہ کی صفائی اس طرح شروع کی۔

... دلہن [illegible] بیٹی تمہارا تو ذرہ برابر بھی قصور نہ تھا [illegible] ان کو نصیحت کرتے [illegible]

اور سیرت میں لاثانی اور خانہ داری میں ماہر ہو۔ ساری شرارت موئی انا کی تھی جس نے اپنی بدطینتی اور خباثت سے بیٹھے بٹھائے دونوں کو رنج دیا۔ مجھے اگر تمہارا باپ منع نہ کرتا تو میں کھڑے کھڑے اس بدذات کو نکال دیتی۔ غضب خدا کا تمہارے اوپر کیسا سفید جھوٹ تھوپا ہے۔ مجھکو اسکا بہت صدمہ ہے کہ تم کو تمام دن ان ہونی بات پر رنج اٹھانا پڑا۔ بیٹی تم اس خیال کو اب اپنے دل سے نکال دو۔ آئندہ اس انا کی بات کا بالکل خیال نہ کرنا۔ میں اب کی مرتبہ تو ڈانٹ ڈپٹ کر اس کو سمجھا دوں گی۔ اگر پھر کبھی اس نے زبان ہلائی تو تم دیکھنا اس کو کیسی سزا دیتی ہوں۔

سجیلہ! میں ان کی ...... محبت بھری باتیں سنکر چاہتی تھی کہ جواب میں اپنی منکسر المزاجی اور صفائی قلب کا اظہار کر دوں اور انا جی کی بھی سفارش کر دوں لیکن دستور کی مجبوری تھی کہ میں کچھ نہ کہہ سکی۔ اور خاموش بیٹھی سنتی رہی اور دل ہی دل میں ان کی اماں جان کی محبت شفقت اور قلب کی صفائی کا اعتراف کرتی رہی۔ گفتگو کا یہ سلسلہ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ اُن کی باتوں سے میرے چہرے پر شگفتگی پیدا ہو گئی ہے ختم کر دیا اور پھر اِدھر اُدھر کی دلچسپ باتوں کا سلسلہ شروع کیا تاکہ وہ رنج و غم اور تکدر جو چوبیس گھنٹوں سے میرے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا دور ہو جائے اور اس سلسلہ میں وہ اپنے پچھلے واقعات اور تجربے سناتی رہیں جن میں ایسی ایسی نصیحتیں پنہاں تھیں کہ اگر دلہنیں یا دیگر خواتین ان کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا کر ان کے موافق زندگی بسر

تو خلق خدا کی نظروں میں بھولا بنکر رہیں۔

ابھی ایک گھنٹہ نہ گذرا ہوگا کہ صفیہ کی خادمہ بسم اللہ آئی میری ساس صاحبہ کو سلام کرکے انہی کی پائنتی بیٹھ گئی اور کہا کہ صفیہ نے آپ کو سلام کہلا ہے اور آپ کی طبیعت کا حال دریافت کیا ہے۔" ساس صاحبہ نے جواب میں کہا "میری طرف سے صفیہ کو دعا کہنا اور یہ کہنا کہ کل نزلہ اور زکام کی زیادہ شدت تھی اور اسی کی وجہ سے بخار ہوگیا تھا۔ آج اللہ کے فضل سے اچھی ہوں۔ البتہ کسی قدر سر میں درد باقی ہے۔ خدا تمہارے شوہر کی عمر دراز کرے اُن کے نسخے تو میرے واسطے اکسیر ہوتے ہیں۔" عیادت کی باتیں ختم ہونے کے بعد بسم اللہ نے میری طرف دیکھتے ہوئے ادب سے عرض کیا کہ انہوں نے یہ درخواست بھی کی ہے کہ اگر آپ کی طبیعت بالکل اچھی ہو تو آج دُلہن کو ہمارے گھر مہمان رہنے کی اجازت دیدیجئے۔ اور اگر نصیبِ دشمناں طبیعت درست نہ ہو تو اجازت دیجئے کہ میں خود حاضر ہو کر مزاج پرسی کروں۔ آپ سے اور دلہن سے ملنے کو بہت دل چاہتا ہے۔" اسکے بعد بسم اللہ نے کہا کہ "انہوں نے اس سلسلہ میں یہ بھی عرض کیا ہے کہ" میں دلہن کو آج اس وجہ سے مہمان رکھنا چاہتی ہوں کہ پرسوں ان کے دولہا صاحب اپنی ملازمت پر چلے جائیں گے۔ ان کی موجودگی میں اپنے گھر کا چالا ہو جائے تو اچھا ہے۔ یا جیسی آپ کی رائے ہو۔" بسم اللہ کا جملہ ابھی پورا نہ ہوا تھا کہ باہر سے تمہارے دولہا بھائی آگئے اور [illegible] اماں جان سے کہا کہ "خالہ صاحبہ آپ کی عیادت کے لئے آرہی ہیں۔" ساس صاحبہ نے

دریافت کیا کہ کون [illegible] صاحبہ [illegible]
سمدھن ہے"

مجھ کو یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ میری اماں جان آرہی ہیں لیکن ساتھ ہی ایک قسم کی فکر بھی اس خیال سے ہوئی کہ کل والی باتوں کا اگر ان کو علم ہوا تو ان پہ نہ معلوم کیا اثر پڑے اور کل کے واقعہ والے قصہ کا [illegible] سُن لیا تو وہ [illegible] کی ہو رہی ہیں [illegible] یا کہیں میری بے شرمی کا خیال کرکے ان کو بڑا رنج ہوگا اور ممکن ہے مجھ سے بھی وہ نفرت کرنے لگیں۔

ساس صاحبہ نے بیٹے سے دریافت کیا کون آیا ہے؟ تو جواب دیا گیا "اُن کی ڈیوڑھی کا ملازم آیا ہے۔" ساس صاحبہ نے کہا [illegible] ضرور آئیں۔ [illegible]

[illegible]

کی بی بی ہیں ان کی خواہش کو رد کرنا بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ تم یہاں کل دن بھر اور رہوگے پھر اپنی ملازمت پر چلے جاؤگے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے تم ہی بتاؤ جو مناسب ہو کروں۔"

تمہارے دولھا بھائی نے ہنسکر جواب دیا۔ کہ "آپ لوگوں کے نزدیک چونکہ دنیاوی رسم ورواج فرائض کا درجہ رکھتے ہیں۔ اسلئے بہتر فیصلہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ جب دو فرض جمع ہو جائیں تو غیر اہم کو ترک کر دیا جائے۔ اسلئے میری رائے تو یہ ہے کہ چونکہ خالہ صاحبہ آرہی ہیں اس لئے اُن کی بیٹی کا گھر میں ہونا ضروری ہے۔ صفیہ صاحبہ سے کہدیا جائے کہ میری موجودگی میں چالا ہونا ایسا کوئی ضروری نہیں ہے۔ میں آج اور کل آدھا دن کا مہمان اور رہوں۔ کل دو بجے دن کی ٹرین سے روانہ ہو جاؤں گا۔ میرے جانے کے بعد وہ چالے کی رسم اطمینان سے ادا کرلیں۔ میں شکایت نہیں کروں گا۔ میری موجودگی کی شرط میرے خیال میں فضول سی ہے۔ میں تو اُن کے گھر سے کچھ تکلف ہی نہیں کرتا۔ اکثر حکیم صاحب کے ساتھ اُن کے ہاں کھالیا کرتا ہوں۔ صفیہ خود ہی یہاں آئیں تو مناسب ہے۔ مگر اماں جان صفیہ سے ذرا ڈر ہی لگتا ہے۔ نازک مزاج واقع ہوئی ہیں۔ جتنی سمجھدار ہیں اتنی ہی نازک مزاج ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے اس جواب پر ناراض ہو جائیں۔ اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ وہ اپنی ہمجولی سے کشیدہ خاطر ہو جائیں یا اُن کی گوشمالی پر آمادہ ہوں۔"

بجیلہ! مجھ کو ان کی باتیں اور باتیں کرنے کا ڈھنگ ایسا بھلا معلوم

ہوتا ہے کہ دل چاہتا ہے ہر وقت ان کی باتیں سُنا کروں۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بدزبان اور کج اخلاق شوہروں کی بیویاں اپنے اپنے شوہروں کی سخت باتیں سنکر خدا ہی جانے کس قدر تکلیف اُٹھاتی ہوں گی۔

بسم اللہ چلنے لگی تو میں نے گھونگٹ سے ذرا ہاتھ باہر کرکے اس کو اپنی طرف متوجہ کیا اور اس کے کان میں آہستہ سے کہا کہ "صفیہ سے کہدینا تم ضرور آنا۔ اور اگر کسی ترکیب سے موقع لگے تو خورد دُلہن کو بھی ضرور لانا۔ مگر ذرا سویرے سے آنے کی کوشش کرنا۔" اس وقت ۵ بجے ہوں گے۔ بسم اللہ چلی گئی۔ میری ساس نے انا کو کھانے وغیرہ کا انتظام کرنے کی تاکید کی اور اپنی سمدھن کی مہانداری کا بہت کچھ اہتمام کیا۔ اپنی اماں کی مہانی کے اہتمام کو دیکھکر میری طبیعت بہت ہی خوش ہو رہی تھی۔ میں صفیہ اور خورد دُلہن کے انتظار میں تھی اور سوچ رہی تھی نہ معلوم اماں اور صفیہ کس وقت تک آئیں۔ صفیہ یوں تو بہت کچھ تیز طرار ہیں لیکن بننے سنورنے میں اُن کی طراری بیکار ہے اور کافی وقت صرف کر دیتی ہیں اُن کا فیشن غضب کا ہوتا ہے۔ بننے سجنے میں گھنٹوں لگا دیتی ہیں۔ خورد دلہن کی طرف سے اُمید زیادہ نہ تھی۔ آدھا گھنٹہ ہی گذرا تھا کہ دروازہ میں ڈولی آئی اور کہاروں نے آواز لگائی "سواری اُتروالو" میری ساس صاحبہ اور آپا جی ڈیوڑھی تک گئیں۔ اور اماں جان کو بہت تعظیم کے ساتھ لاکر دالان میں ایک پُر تکلف مسہری پر بٹھایا۔ مجھکو اماں جان کی مہانی کی بڑی خوشی تھی اور میں خوب خوش تھی اور پھر مہانی بھی اسقدر خلوص اور محبت کے ساتھ۔

یہ سب کچھ تو ٹھیک مگر خوشی کی میری آنکھوں سے آنسو ٹپکا دینے والی ایک بات یہ ہوئی کہ میری اماں جان سے میری ساس صاحبہ نے اپنی زبانی میرا سلام یہ کہہ کر کہا کہ "ہماری دلہن آپ کو سلام کہتی ہے"۔ اس سلام کے جواب میں اماں جان نے دعائیں دیں مگر اسی لحاظ سے گویا انہوں نے میری ساس صاحبہ کی دلہن ہی سمجھتے ہوئے جواب میں دعائیں دیں۔ یہ خیال آکر میرا دل بھر آیا کہ وہی میں اختر ہوں جس کو اپنے سینے پر سُلا سُلا کر راتوں جاگ جاگ کر سردی اور گرمی ہر قسم کی تکلیف برداشت کر کے میرے آرام کے خیال میں طرح طرح کی اذیتیں اٹھا کر پالا اور جوان کر کے دوسرے گھر بھیج دیا۔ اب خود بھی غیر ہو جانے کا ثبوت میرے سلام لینے اور سلام کا جواب دینے میں دے رہی ہیں۔ اللہ اللہ لڑکیاں شادیاں ہونے کے بعد ماں باپ تک سے غیر ہو جاتی ہیں۔

وہ ساسیں اور وہ شوہر جو دوسرے گھر سے ناز و نعم کی پالی ہوئی لڑکیوں کو اپنی دلہن بنا کر لاتے ہیں اور حکومت و بیدردی سے پیش آتے ہیں کاش سمجھیں اور غور کریں کہ آنے والی دلہن بیکس ہوتی ہے اگر شوہر اور ساس سسر بھی اس سے محبت سے پیش نہ آئیں تو اس وحشت زدہ اور غم رسیدہ کے دل کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔ افسوس ہے اس کا کوئی خیال نہیں کرتا۔

اماں جان کو آئے ہوئے آدھا گھنٹہ گذرا ہوگا کہ دو ڈولیاں اور دروازے پر آئیں میری نگاہیں صفیہ اور خورد دلہن کے استقبال کو بڑی بے صبری کے ساتھ دروازہ کی طرف بڑھیں۔ بڑی خوشی ہوئی یہ دیکھ کر کہ آگے آگے خالہ آسیہ

اور ان کے پیچھے صفیہ اور صفیہ کے پیچھے خورد دلہن آ رہی ہیں۔ صفیہ کے چہرے کی قدرتی شوخی کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ خورد دلہن کا حُسن چہرے کی متانت و استقلال ایسا دلکش ہے کہ دشمن کو بھی اپنی طرف متوجہ کرے۔ آج ان کے چہرے پر اُس دن کی سی اُداسی اور رنج و ملال کا اثر نہ تھا۔ بلکہ خود پرستی کی جھلک اور خفیف سی مسرت کے آثار تھے۔ ان کی صورت دیکھ کر بڑی بہت خوشی ہوئی۔ میری ساس صاحبہ نے خالہ آسیہ کو بڑے اخلاق کے ساتھ بٹھایا صفیہ اور خورد دلہن نے جس ادب سے میری ساس صاحبہ اور اماں جان کو سلام کیا اس انداز سے سلام اور لڑکیوں کو کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا مجھے بھی اس قرینے سے سلام کرنا نہیں آتا۔ سلام کے جواب میں دعائیں لیتی ہوئی دونوں میرے پاس آ بیٹھیں۔ میری ساس صاحبہ نے خورد دلہن کے متعلق صفیہ سے کہا "بیٹی صفیہ! ان کی ذمہ داری تمہارے سپرد ہے۔ تمہاری بھولی دلہن تو ابھی گھونگھٹ میں ہیں۔ تم ہی اپنا گھر سمجھ کر ان کی مدارات کرنا"
صفیہ نے کہا "خالہ جان کیا آج ہی میں اس گھر کو خورد دلہن کی خاطر و مدارات کے لئے اپنا گھر سمجھوں۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی اپنا گھر سمجھا اور نہ آئندہ سمجھوں۔ بس صرف آج ہی وہ بھی خورد دلہن کی مدارات کے لئے اس گھر کو اپنا گھر سمجھ لوں۔ اور شاید یہ اختر گھونگھٹ میں نہ بیٹھی ہوتیں تو شاید آج بھی یہ حق حاصل نہ ہوتا۔"

میری ساس نے ہنس کر کہا "اُف صفیہ تم تو ہوا سے لڑتی ہو۔ بیٹی یہ تمہارا ہی گھر ہے۔ تم کو ہر طرح کا اختیار حاصل ہے چاہے آج کے لئے ہی اپنا گھر

"سمجھو یا سب وہاں کے لیے۔" صفیہ نے کہا "آپ نے چونکہ یہ فرمایا تھا کہ اپنا گھر
سمجھ کر خورد دلہن کی مدارات کرنا۔ اس لیے میں نے یہ عرض کیا کہ گویا یہ میرا
گھر ہے نہیں۔ صرف سمجھ لوں۔" میری ساس صاحبہ نے کہا کہ "توبہ بیٹی ہم یہ
وکیلوں کی سی قانونی باتیں کیا جانیں۔ تم اس زمانہ کی لڑکی ہو۔ تمہارے سامنے
تو ہم کو بولتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ نہ معلوم کونسا لفظ زبان سے نکل جائے۔"
صفیہ نے کہا "خالہ جان آپ ناراض تو نہیں ہو گئیں۔ خدا کے لئے معاف
کر دیجئے۔ یقیناً میں نے گستاخی کی ہے۔ میری یہ کمبخت زبان نہیں رکتی۔
اگر آپ ناراض ہو گئیں تو مجھ کو بڑا رنج ہوگا اور میرے یہاں آنے کی ساری
خوشی خاک میں مل جائے گی۔"

میری ساس، اماں جان اور خالہ آسیہ صفیہ کی اس معذرت کو سنکر
ہنس پڑیں۔ میری ساس نے ہنس کر کہا کہ "مجھکو تو تمہاری باتیں سننے میں بہت
لطف آتا ہے۔ اچھا تم اس جگہ کو اپنا گھر نہ سمجھو۔ اپنی ہمجولی کو اور ان بہن
آسیہ کی دلہن کو لے جا کر کوٹھے کو اپنا گھر سمجھو یہ گھر ہم کو [illegible]۔"
صفیہ نے مسکرا کر کہا کہ "یہ تو ہمارا مطلب ہی تھا۔" اس فقرہ کو میری ساس
اماں جان اور خالہ آسیہ نے سن کر ایک قہقہہ لگایا اور ہم کو کوٹھے پر جانے کی
اجازت دیدی۔ صفیہ اٹھ کھڑی ہوئی اور چلتے ہوئے خورد دلہن کے ہاتھ
میں صفیہ نے اپنا ہاتھ ڈالا۔ اور باہر چلیں۔ میری ساس نے صفیہ سے مخاطب
ہو کر کہا "بہن آسیہ کی دلہن کو خورد دلہن کا خطاب کیا تم ہی نے دیا ہے؟" صفیہ
نے کہا کہ "جی نہ خطاب دیا ہو چاہے نہ دیا ہو مگر آپ یہ بتائیں کہ یہ خورد دلہن ہیں

یا نہیں۔ اس صورت کی اور کوئی دلہن آپ نے دیکھی ہو تو ہمیں بتلا دیجئے۔"
اماں جان نے اور میری ساس صاحبہ نے یک زبان ہو کر کہا "نہیں نہیں حقیقتاً
خورد دلہن خورد دلہن ہی ہیں۔" صفیہ نے کہا کہ "میں نے یہ خطاب ان کو نہیں
دیا۔ بلکہ آپ کی دلہن نے دیا ہے۔ میں ان کو خورد دلہن بھی کہتی ہوں اور بعض اوقات
مظلوم دلہن بھی کہہ دیتی ہوں۔" یہ کہہ کر خورد دلہن کا ہاتھ پکڑتے ہوئے صفیہ
کوٹھے کے زینے کی طرف چلدیں۔ خورد دلہن نے شرم سے سر نیچا کر لیا۔ اور ساس
صاحبہ نے کہا "ٹھہرو ٹھہرو یہ کیا بات کہی۔ مظلوم دلہن۔ خدا نخواستہ کیسے
ہو گئیں۔" صفیہ نے اس کے جواب میں کہا کہ "اس کی تفصیل خالہ آسیہ سے
پوچھئے۔ اگر یہ نہ بتائیں تو میں بتلا دوں گی۔" اور یہ کہہ کر صفیہ کوٹھے پر پہونچ
گئیں۔ وہاں آپس میں رسی کے متعلق باتیں ہونے لگیں۔ اور ہم تینوں کوٹھے پر
پہنچتے ہی آپس میں مذاق کرنے لگے۔

صفیہ نے آتے ہی یہ فقرہ چست کیا کہ "اختر کے عیش خانہ کی زیارت
بہت ادب سے کرنی چاہئے۔" پھر مسہری پر لیٹتے ہوئے کہا "اصل متبرک
جگہ تو یہی ہے۔" خورد دلہن دوسری مسہری پر لیٹیں اور کہا "بہن صفیہ تم نے
غلط کہا۔ مسہری جس کو متبرک کہا جائے وہ نہیں ہے جس پر تم لیٹی ہو بلکہ یہ
مسہری ہے۔" صفیہ اور خورد دلہن میں بحث ہونے لگی۔ صفیہ نے خورد دلہن
سے خوب بحث کی اور پھر مجھ سے قسم دے کر دریافت کیا کہ "تم کو میری جان
کی قسم سچ بتانا وہ مسہری جو خاص تمہارے لئے ہے کونسی ہے وہ ہے یا یہ۔"
میں نے کہا "وہ بھی ہے اور یہ بھی ہے۔" صفیہ نہ مانی اور کہا "میں تو آج

حور دلہن کو اس معاملہ میں شکست دوں گی یا ہار مان لوں گی۔ تم سچ سچ بتاؤ مسہری کونسی ہے۔" میں نے کہا "وہ جس پر تم لیٹی ہو اور اُس مسہری سے زیادہ متبرک اور کونسی مسہری ہو سکتی ہے جس پر تم لیٹو۔" صفیہ اس پر جھینپ گئی اور یہ مذاق یہیں ختم ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد صفیہ نے حور دلہن سے سوال کیا "کہو حور دلہن تمہارے شوہر صاحب شکار سے واپس آگئے اور کل کیسی گزری؟"

حور دلہن نے ہنس کر کہا "بہنا تم جیسی چار پانچ نیک دل اور پاک دامنیں مل کر جو چاہیں وہ پورا نہ ہو یہ کیسے ممکن ہے۔ خدا نے تمہارے نیک ارادوں میں مدد کی اور آئندہ بھی کرے گا۔" اس کے بعد حور دلہن نے کہا۔

"رنگیلے نواب شکار سے واپس ہوئے تو اپنے پانوؤں سے نہ آسکے۔ بلکہ ایک تانگے میں پڑ کر آئے۔ جیسے مینڈک جیسا رنگ ہو گیا تھا۔ بدن میں خون کی بوند تک معلوم نہ ہوتی تھی۔ مُنہ پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ ہوش و حواس غائب تھے۔"

میں نے گھبرا کر دریافت کیا "کیوں کیا ہوا؟" حور دلہن میرے گھبرا کر دریافت کرنے پر ہنسیں اور کہا "اللہ اللہ! کس قدر گھبرا کر دریافت کر رہی ہو۔ خود تو میری ہمدردی میں میرے تکلیف دینے والے کو بددعائیں دو اور جب اس کو کوئی ضرر پہنچ جائے تو خیریت دریافت کرو یہ تو ایک عجیب بات ہے۔" اس کے جواب میں میں نے اور صفیہ نے یک زبان ہو کر کہا "ہم اُن کی بدخواہ نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کی ظالمانہ حرکتوں کے دشمن ہیں خدا کرے

وہ اپنی جان سے … اور ہم سے انتقام کا … نہ کریں۔" حور دلہن نے کہا "میں سمجھتی تھی … ہوں کہ وہ جیسے بھی زندہ رہیں اور میری جگہ اور … " صفیہ نے کہا "نہیں تمہاری موجودگی میں ہم ان کی جان کے … خدانخواستہ اگر انہوں نے تم کو قربانی کا بکرا … دشمنان … کہ تم کو اُن کی جان پیاری نہیں ہم اُس وقت ضرور ان کی جان کے بدخواہ ہونگے۔" حور دلہن نے کہا۔

"خیر یہ تمہاری مرضی۔" صفیہ نے کہا "ہاں یہ تو بتاؤ شکار میں کیا واقعہ پیش آیا۔ کہیں … دوا کا تو یہ اثر نہیں ہو گیا۔" میں صفیہ کے اس وہم پر بے اختیار ہنس پڑی۔ صفیہ کو یہ خوف تھا کہ کہیں میرے شوہر کی دی ہوئی دوا کا تو یہ اثر نہیں کہ ان کی یہ حالت ہو گئی ہو۔ حور دلہن نے ہنس کر کہا "تم ڈرو نہیں۔ اُن کی دوا اس وقت کہاں تھی۔ وہ شکار میں تھے اسی دن ہم نے مشورہ کر کے یہ رائے قائم کی تھی۔ صفیہ! تمہارا دماغ اس وقت کہاں ہے؟" صفیہ اپنی حماقت پر شرمندہ ہو کر لاحول پڑھنے لگی۔

اس ہنسی دل لگی کے بعد حور دلہن نے کہا کہ "وہ شکار میں پانی کے کنارہ پر کسی اونچی جگہ بیٹھے تھے پاؤں پھسل گیا اور گہرے پانی میں گر گئے۔ ان کے ساتھی اُن سے کچھ دور بیٹھے ہوئے تاش کھیل رہے تھے۔ اُن کے آتے آتے یہ کئی غوطے کھا گئے اور بہت سا پانی پی گئے اور قریب تھا کہ بیہوش ہو کر پانی کی تہ میں پہنچ جائیں کہ ان کے ساتھیوں نے کوشش کر کے انکو نکال لیا

رہتی ہوں کہ جب دریا سے نکلے ہیں تو اُن کو سب نے مُردہ ہی سمجھا تھا۔ فوراً ان کا پیٹ دبایا گیا اور پھر کسی درخت میں اُلٹا لٹکایا گیا اور جب مُنہ سے پیٹ کا پانی نکل گیا تو معلوم ہوا کہ زندہ ہیں۔ زندگی تھی جو بچ گئے اور اللہ نے اُن کی والدہ پہ بڑا رحم فرمایا۔ جب گھر آئے ہیں اُس وقت ہوش تو ضرور تھا لیکن مُردہ جیسے معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے ایک دوست اُسی وقت آپکے شوہر کے پاس گئے۔ وہ اِن اختر بیگم کے شوہر کے ساتھ اُسی وقت آئے اور نسخہ لکھا اب بخار ہے۔ تمام جسم میں درد ہے۔" صفیہ نے کہا کہ جس دن حکیم صاحب ان کو دیکھنے کے لئے بلائے گئے تھے۔ اُسی دن رات کو وہ باتوں باتوں ہی کہنے لگے کہ آج ہماری دواؤں کے ایک مستقل گاہک صاحب دریا میں ڈوب گئے تھے۔ مگر شکر ہے کہ جان بچ گئی۔" میں نے دریافت کیا کہ کون تھے بجائے انہوں نے نام لیکر بتایا۔ میں اُن کے نام سے چونکہ واقف نہ تھی۔ اس لئے نور دلہن نے قطع کلام کر کے دریافت کیا کہ "حکیم صاحب نے کیا نام تبلایا تھا؟" صفیہ نے کہا "مجھکو یاد نہیں رہا تم بتاؤ؟" صفیہ نے دانستہ نور دلہن سے اُن کے شوہر کا نام سننے کے لئے اپنا سہو ظاہر کیا تھا نور دلہن نے نام ظاہر کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کیا اور کہا کہ "یوسف مرزا تبلایا ہوگا۔" اس پر میں نے اور صفیہ نے تعجب کا اظہار کیا اور مضحکہ اُڑانا چاہا۔ لیکن نور دلہن نے الٹا ہم کو ہی معقول گفتگو سے قائل کر دیا اور کہنے لگیں کہ "ہندوانی باتوں کو وہ خواہ ہمارے اسلامی طریقوں کے کتنی ہی خلاف کیوں نہ ہوں ہم مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ میں نے اکثر مذہبی کتابوں میں پڑھا ہے اور ابا جان نے بھی

اکثر سنایا ہے کہ زوجہ کو اپنے شوہر کا نام لینا کوئی عیب نہیں ہے۔ تم تو پڑھی لکھی ہو اور تمہارے شوہر بھی تعلیم یافتہ ہیں کیا تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ زہرا اپنے شوہر حضرت علی کرم اللہ وجہ کا نام لیتی تھیں۔ اس سلسلہ میں اگر میں ایک واقعہ سناؤں تو تم ہنس پڑو گی۔

میرے وطن میں پڑوس میں ایک سید صاحب رہتے ہیں۔ پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ ان سید صاحب کی بوڑھی بیوی چند بچوں کی ماں ہیں۔ میر صاحب کا نام آل محمد ہے اُن کے چھوٹے بیٹے کا نام محمد صدیق ہے۔ ان کی بی بی روزہ نماز اور وظیفے پڑھنے کی بہت عادی ہیں۔ ایک دن ان کی بیٹی کی منگنی تھی اور ان کے گھر میں چھوٹے بڑے بہت سے مہمان جمع تھے۔ لڑکیوں میں ایک میں بھی وہاں موجود تھی۔ عشا کی نماز کے بعد درود شریف وہ ذرا آواز سے پڑھ رہی تھیں اور چونکہ درود شریف کے آخر میں انکے شوہر کا پورا نام آتا تھا اس لئے وہ اس طرح پڑھ رہی تھیں "اللہم صلی علیٰ محمد و علیٰ صدیق کے ابا۔" اس درود کو ان کے گھر کے سب مہمانوں نے سُنا اول تو غور کرتے رہے کہ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ جب وہ پڑھ کر اٹھیں تو سب نے دریافت کیا کہ ۔ "یہ تم کیا پڑھ رہی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ میں درود شریف کی تسبیح پڑھ رہی تھی۔ ایک بیوی نے کہا "ذرا سُنانا کیسے پڑھ رہی تھیں"۔ انہوں نے پھر اسی طرح پڑھ کر سنایا۔ اس پر اُن کے گھر کے سب چھوٹے بڑے مہمان ہنستے ہنستے لوٹ گئے

اور بڑی دیر تک قہقہے اڑتے رہے۔ ان کی ایک ہم عمر نے ان کو سمجھایا کہ درود شریف یوں نہیں پڑھا جاتا ہے۔ تب وہ بی سیدانی کہنے لگیں کہ میں کیا جانتی نہیں کہ یوں درود ہے۔ مگر آخر میں صدیق کے، آپ کا نام ہے میں کیسے اپنی زبان سے ان کا نام لیتی! شوخ اور چنچل لڑکیوں کو ہنسنے ہنسانے کے لئے بات ہاتھ آگئی۔ سب نے اُن کی چڑ بنا لی۔ وہ بی سیدانی کیا مزے سے کہتی نہیں کہ میں تو جب سے صدیق پیدا ہوا ہے۔ درود شریف ایسے ہی پڑھتی ہوں۔"

خورد دلہن نے یہ لطیفہ اس قدر لطف سے سنایا کہ ہم کو بہت ہنسی آئی اور ہم دونوں اپنی [illegible] پر [illegible] اس [illegible] شرم سے شرمندہ ہوئے خورد دلہن نے کہا کہ "ویسے [illegible] اپنے شوہر [illegible] لیکن نام لینے کو ضرور برا سمجھتی ہیں اور کبھی شوہر کا نام اپنی زبان پر نہ آنے دیں گی بھلا اس جہالت کی کوئی انتہا [illegible] اپنے شوہر کے نام میں آ جائے تو خدا [illegible] تم ہی سے دریافت کرتی ہوں کہ [illegible] شوہر [illegible] یوسف مرزا سے تو کیا [illegible] محروم کر لوں [illegible] معاذ اللہ [illegible] نام آفتاب احمد ہے [illegible] حجاب کرو [illegible] ہو

جیسے اپنے دولہا کے آجانے سے سب کے سامنے گھونگھٹ کھینچ کر اور جھک کر بیٹھ جاتی ہو اسی طرح آسمان والے آفتاب کے سامنے بھی یونہی گھونگھٹ کھینچ کر بیٹھا کرو"۔ ہم لوگ خورد دلہن کی اس بات پر ہنس پڑے اور شرما کر صرف اتنا کہا کہ "درحقیقت ہم لوگوں میں جہالت آمیز دستور بہت ہیں"۔

اس کے بعد صفیہ نے کہا کہ "خورد دلہن وہ بات تو رہ ہی گئی"۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ "کیا وہ ڈھونڈنے والے کچھ واقعی بھی تھے؟" اس پر انہوں نے کہا کہ "مریض تو کچھ نہیں ہیں البتہ وہم کا ایک مرض ہے۔ عیش و عشرت میں ہر وقت پڑے رہتے ہیں۔ باپ دادا کی کمائی کو مفت کا مال سمجھ کر لٹاتے ہیں اور مجھ پر ناقابلِ برداشت ظلم و ستم روا رکھتے ہیں"۔

خورد دلہن کی یہ بات سننے کے بعد میرے غصہ کی کوئی حد نہیں رہی دل پر چوٹ سی لگی اور میری یہ حالت دیکھ کر صفیہ نے کہا کہ "ماشاء اللہ تم کو اپنی جنس سے بہت ہمدردی ہے۔ تم تو رونے لگیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس اندھیر اور ظلم پر درد مند دلوں کو رونا آتا ہی ہے"۔ میں نے کہا "ہاں یوں تو ہم جنس کا درد ہر شخص کو ہوتا ہے لیکن سب تو ہم یوسف کی دلہن سے مجھ کو غیر معمولی ہمدردی ہے۔ اس دلہن پر جو ظلم ہو رہے ہیں مجھ کو اچھی طرح معلوم ہیں۔ میں اس کو اپنی بہن کے برابر سمجھتی ہوں۔ آہ یہ صورت میں حور اور سیرت میں فرشتہ۔ تہذیب، اخلاق اور ادب کی جاندار تصویر ہے خوش مزاجی اور استقلال میں اپنا جواب نہیں رکھتی جس جگہ ہوتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ [illegible]

دیں کمتر بے رحم شوہر کو بھی پڑھا دے۔ بہن صفیہ میں تو آپ سے خدا ترسی کی بنا پر یا خود دولہن سے محبت کے باعث آج یہ سفارش تم سے کرنے والی تھی کہ ہم کسی ترکیب سے اس بے رحم کو انسان بنا دیں تاکہ وہ حور دلہن کو نہ ستائے۔" اس وقت مجھکو غصہ بہت زیادہ تھا اور غم و غصہ کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے اور شدت تاثر سے میرا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

حور دلہن یہ تمام باتیں سنکر بے رنگوں رو رہی تھیں۔ میں نے اور صفیہ نے کہا کہ "حور دلہن اب کیوں روتی ہو؟ تم دیکھو تو تھوڑے ہی روز میں تمہارے شوہر آدمی بن جائیں گے۔ جب اس طرف سے اطمینان ہو جائے گا تو تمہارے خانگی معاملات کا بھی اماں جان کے ذریعہ باقاعدہ انتظام کرائیں گے۔"

حور دلہن نے کہا کہ "یہ تم سب بہنوں کے احسان ہیں میری زبان میں اتنی طاقت نہیں کہ تمہارا شکریہ ادا کر سکوں۔ مجھکو غم ہے تو یہ کہ میری قسمت میں ایسا ہی ظالم اور بے پروا شوہر لکھا تھا۔ اس سے تو یہ اچھا تھا کہ میں دنیا سے اٹھ جاتی۔ ایک شریف زادی کی ایسی درگت۔ تم خود ہی غور کرو کہ موت سے بدتر ہے یا نہیں؟"

صفیہ نے اور میں نے اُن کے دل سے اس رنج کو دور کرنے کے لئے طرح طرح سے سمجھایا اور کہا کہ "مرد اور عورتوں میں ایسا بھی ہوا کرتا ہے۔ اس میں رنج اور بدنامی کی کیا بات ہے؟"

اس کے بعد انا آئیں اور دریافت کیا کہ کھانا نیچے چلکر کھاؤ گی یا یہیں بھیجا جائے؟ ہماری سب کی یہ رائے ہوئی کہ نیچے چلکر کھانا چاہئے اور ہم سب نیچے اُتر گئے۔ سب نے بڑی خوشدلی اور لطف کے ساتھ کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد خالہ آسیہ اور میری ساس میں سرگوشیاں ہوئیں میں نے کان لگا کر سُنا۔ میرے کوٹھے پر تنہا بھیجنے کے متعلق کچھ مشورہ ہو رہا تھا۔ میں اپنی اماں کی اور صفیہ اور حور دلہن کی موجودگی میں آج کوٹھے پر رہنے کو پسند نہیں کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں انا نے واپس آکر ذرا آواز سے کہا "آفتاب آج باہر ہی سوئیں گے۔ اُن کے ایک دوست آنے والے ہیں۔" میں انا کی زبانی یہ جواب سنکر بہت خوش ہوئی۔ اور پھر اپنی سہیلیوں سے باتیں کرنے لگی۔

بجیلہ! مجھکو تمہارے دولہا بھائی کی مستقل مزاجی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کے نشیب و فراز کو سمجھ لینا اسقدر پسندیدہ باتیں ہیں کہ تعریف نہیں کر سکتی۔ میرا دل خوشی سے پھول رہا تھا۔ آج کل کے دولہا اور ان کی مائیں اس قسم کی باتوں سے بالکل بے پروا ہوتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ میاں بیوی خوش رہتے ہیں اور نہ ساس اور دلہن۔

غرض تجیلہ! کھانا کھانے کے بعد میری ساس صاحبہ نے صفیہ سے کہا کہ "تم لوگ آرام سے تو کوٹھے ہی پر بیٹھو گی۔ اس لئے وہیں چلی جاؤ اور اگر تمہارا دل چاہے تو یہیں رہو۔" صفیہ نے کہا کہ "ہم اوپر ہی جاتے ہیں۔" صفیہ سے میری ساس نے کہا کہ "تم تھوڑی دیر کے لئے ہمارے پاس

میرے سر پر جو عذاب کے دو فرشتے ہیں۔ ایک فرشتہ چلا جائیگا تو ایک ہی رہ جائیگا۔

حقیقت یہی ہے کہ اگر دلہن کا شوہر اور اس کے گھر کے سب چھوٹے بڑے اخلاق اور محبت سے پیش آئیں تو بیچاری کا دل وہاں لگ جاتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ گھر اس کے لئے دوزخ بن جاتا ہے۔

آخر میرے دل پر اُن کی مفارقت کا اثر کیوں نہ ہوتا۔ خدانخواستہ میں اگر اُنکے مزاج کو اپنے حق میں سخت پاتی یا اُنکی کج اخلاقی سے اذیتیں اُٹھاتی تو اُنکے جانے سے خوش ہوتی میرے لئے تو وہ فرشتۂ رحمت ثابت ہوئے ہیں مَیں نے اُن کی صحبت میں ہر طرح کی راحت پائی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اُن کے جانے اور اُنکی پُرلطف صحبت سے محروم ہو جانے کا میرے دل پر غیر معمولی اثر تھا اور میں اس کی اذیت کو ابھی سے محسوس کر رہی تھی۔ میں نے کھانا کھاتے ہوئے اسی خیال میں اُن سے پوچھا۔ "کل کس وقت گاڑی جائے گی؟" جواب میں انہوں نے کہا کہ "دو بجے دن کو گاڑی روانہ ہوتی ہے۔ کل اگر اماں جان نے تمہارے ساتھ کھانے کی تواضع کی تو صبح کا کھانا تمہارے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ ورنہ پھر جب موقع ملے گا۔" میں یہ سُنکر اُداس سی ہو گئی تو وہ ہنس کر بولے کہ "تم میرے جانے کے بعد ہر طرح آرام پاؤگی۔" میں نے کہا کہ "آپ مجھکو ایسی بات کہہ کر شرمندہ کرتے ہیں۔ میں آپکے احسانات اور بہترین سلوک کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی اور صرف اتنا کہہ سکتی ہوں کہ خدا مسلمانوں کی ان غریب سب لڑکیوں کو اُن کی سسرال میں یہی بات نصیب کرے۔ جو مجھکو نصیب ہو رہی ہے۔" یہ سُنکر وہ کہنے لگے کہ "تم اپنے گھر جس وقت دل چاہتا ہوگا سوتی ہوگی۔ جب دل چاہتا ہوگا کھاتی

ہوگی۔ جہاں دل چاہتا ہوگا جاتی ہوگی۔ اب یہ سب باتیں تم کو کب نصیب ہوتی ہیں۔ ہاں میرے جانے کے بعد تم کو کچھ آزادی ہو جائے گی۔" میں نے جواب دیا "اول تو سونا اُٹھنا بیٹھنا کھانا پینا آنا جانا سب باتوں میں آپ نے اور آپکے گھر والوں نے مجھ کو ذرا بھی تکلیف نہ ہونے دی ہے۔ دوسرے میرے لئے اس سے زیادہ اب کوئی خوشی اور آرام نہیں ہے کہ میری خدمات یہاں کے سب چھوٹے بڑے خصوصاً آپ قبول کر لیتے ہیں۔"

مسرت کے لہجہ میں مجھ سے کہا کہ "اگر مسلمانوں میں تمہارے جیسے خیالات کی لڑکیاں پیدا ہونے لگیں تو مسلمانوں کی تقدیریں جاگ اُٹھیں۔" میں نے کہا کہ "آپ تو مجھ کو شرمندہ کرتے ہیں۔" اس کے بعد فرمانے لگے کہ "مجھ کو خوش رکھنے کے لئے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میری خدمت سے زیادہ میری اماں جان کی خدمت کرنا اور اس چیز کو اپنے اوپر فرض سمجھنا۔ مجھکو تمہاری تمام خوبیوں سے زیادہ صرف یہ خوبی اچھی معلوم ہوگی مختصر یہ کہ تم اماں جان کو خوش رکھنا۔ اگر کوئی میرے پسینے پر اپنا خون گرائے اور اماں جان کا خیال نہ کرے تو میں اس شخص کو ہرگز اپنا رفیق نہیں سمجھونگا اگر اماں جان کی ذات سے خدانخواستہ تم کو کوئی تکلیف بھی پہنچے تو ان کی اطاعت اور راحت میں ذرّہ بھر کمی نہ کرنا۔ وہ خود تم سے محبت رکھتی ہیں اور میری عدم موجودگی میں ان کی یہ محبت برابر بڑھتی ہی رہے گی اور جب وہ تم سے مادرانہ محبت رکھیں گی تو تم خود ہی ان کی خدمت اولاد کی طرح کروگی۔ مگر لطف تو جب ہے کہ اُن سے خدانخواستہ اگر رنج بھی پہنچے تو اطاعت اور خلوص کے ساتھ

خدمت گذاری میں اضافہ ہی ہوتا رہے۔ بخدا اگر انا اماں جان کی خدمت گذار نہ ہوتی تو اس کی اس حرکت پر جو اس نے کی تھی اس کو بالکل علیحدہ کر دیتا لیکن ایک طرف تو تمہاری سفارش اور قلب کی صفائی نے اور دوسری جانب اماں جان کی خدمت گذاری نے مجھکو مجبور کر دیا کہ میں نے اُس کے قصور کو معاف کر کے آیندہ کے لئے سخت ہدایت کر دی۔" وہ دیر تک اس قسم کی نصیحتیں کرتے رہے اور میں ان کی ہر ایک نصیحت کو توجہ سے سنتی رہی اور گانٹھ میں باندھتی رہی کھانا کھا چکے تو انا کو آواز دیکر خوان لے جانے کو کہا۔ خوان لیجانے سے پہلے انا جی کو بٹھا کر پھر سمجھایا اور کہا "اس وقت تک جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اگر تم نے اب اس جھگڑے کا ملال دل میں رکھ کر میرے پیچھے کو عمداً اٹھایا تو میں اسکی تحقیقات نہیں کروں گا بلکہ جو کچھ وقوع میں آئیگا اُس کا ذمہ دار تم کو قرار دوں گا اور اگر تم اپنی شکایت میں سچی بھی ہوگی تو بھی میں یقین نہ کروں گا۔ اس لئے انتہائی اطاعت سے رہنا اور کسی خدمت سے دریغ نہ کرنا۔ جانتا ہوں کہ تم نے مجھکو اپنی گود میں پالا ہے اور میرے اوپر تمہارے حقوق ہیں۔ تمہارے حقوق کو میں خود اور یہ دلہن بھی سمجھتی ہیں اور ہم سے زیادہ اماں جان جانتی ہیں۔ اسی وجہ سے تم کو اور تمہاری اولاد کو ہر طرح سے اماں جان اور میں فائدہ پہنچانیکا خیال رکھتے ہیں۔ اس گھر میں ہر طرح سے تمہارا دل رکھا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر تمہاری طرف سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوگی جیسی یہ کل پرسوں والی زہریلی حرکت تم سے ہوئی تو ہم ایک منٹ کے لئے بھی گوارا نہ کریں گے۔ اس مرتبہ ان دلہن کی نیک بختی اور صفائی قلب کے سبب معاملہ نے طوالت اختیار نہیں

کی۔ واقعہ یہ ہے کہ تم نے ان کے دل کو بہت رنج پہنچایا لیکن انہوں نے اُلٹی تمہاری سفارش ہی کی۔ صرف اس خیال سے کہ تم اماں جان کی خدمت دل سے کرتی ہو۔ اور اُن کو پورا پورا آرام پہنچاتی ہو اب تم یہ سمجھ لو کہ میری شادی تک تو تمکو میری اور اماں جان کی خاطر خدمت کرنی تھی اور اب یہ تمہارے گھر میں دلہن بیٹھی ہیں ان کو آرام پہنچانا اور ان کے دل کو ہاتھ میں لینا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا ہم دونوں کا۔ انا صاحبہ نہایت خاموشی سے سب سنتی رہیں۔ آخر میں صرف اتنا بولیں کہ "جیسے تم اور بڑی بی نے میرے قصور کو معاف کر دیا ہے اسی طرح دلہن بھی اپنے دل سے نکال دیں تب مجھکو اطمینان ہوگا۔ اس کے جواب میں تمہارے دولہا نے کہا کہ "ہمارے دلوں کے رنج اور غصہ کو انہیں نے دور کیا ہے اگر ان کا دل تم سے صاف نہ ہوتا تو یہ مجھ سے تمہاری سفارش نہ کرتیں اور ہم بھی بغیر ان کے دل صاف ہوئے تم سے راضی نہ ہوتے تم ان کی طرف سے بھی سمجھ لو کہ معاف کر دیا بشرطیکہ آیندہ پھر کبھی ان کے دل میں ڈنک نہ مارو۔" انا جی یہ کہہ کر خوان لئے ہوئے چلیں کہ "مرتے دم تک ان کی تمہاری اور بڑی بی کی جوتیاں سیدھی کروں گی۔"

انا جی کے چلے جانے کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ "تمہارے آنے سے پہلے میں جب چھٹیوں میں یہاں رہ کر اپنی جگہ واپس جاتا تھا تو چلتے وقت صرف اماں جان کی جدائی کا اثر اپنے دل میں لے کر جاتا تھا لیکن اب کی مرتبہ تمہاری جدائی کا اور اضافہ ہو گیا۔ لکھنؤ پہنچکر کئی روز تک دل نہ لگے گا۔" میں نے کہا کہ "جب تک آپ کی اماں جان کا ہمارے سروں پر سایہ موجود ہے

ہم کو ہر وقت اُن کی خدمت میں حاضر رہنا چاہیئے۔ اوّل تو آپ کو ملازمت کی ضرورت ہی کیا ہے اور ان کی ضعیفی کے زمانہ میں اتنی دُور جا کر نوکری کرنے کی بظاہر کوئی مجبوری نہیں ہے۔ لیکن اگر ضروری ہی ہے تو خیر اب آپ کی بجائے میں موجود ہوں اور آپ کی اماں جان کی خدمت اپنی اماں جان سے زیادہ ہی کرونگی۔ لیکن ان کے دل میں جتنی آپ کی محبت ہے اس کا اندازہ بھی آپ ہی کو ہو سکتا ہے آپ کی دُوری کا خیال ان کو ضرور تکلیف دیتا ہوگا۔" یہ سُنکر انہوں نے کہا کہ" جو کچھ تم کہہ رہی ہو سب کچھ صحیح ہے اماں جان بھی بار بار یہی کہہ چکی ہیں کہ گھر میں کیا کمی ہے جو مجھ سے جدا ہو کر نوکری کی تکلیف اُٹھاتا ہے۔ مگر کیا کروں گھر پر ابا جان مرحُوم نے بڑے شوق سے دینی اور دنیوی تعلیم دلوائی ۱۸ سال کی عمر تک تعلیم پائی اور پڑھنے کا مشغلہ رہا۔ پڑھنے کے بعد ابا جان مرحوم کے ایک انگریز انجینیر دوست ابا مرحوم سے کہہ کر اپنے ہمراہ لے گئے اور شاہجہانپور میں ریلوے اسٹیشن ماسٹر کی جگہ دی۔ ریل کے محکمہ کی ملازمت میں دل لگ گیا۔ اب دو سال سے لکھنؤ میں ہوں وہاں کچھ لوگوں سے ملاقاتیں بڑھ گئیں۔ ایک مرتبہ ارادہ بھی کیا کہ ملازمت چھوڑ دوں لیکن وہاں کے ملنے والوں نے اور انجینیر صاحب بہادر نے نہ چھوڑنے دی۔ اماں جان کو وہاں لے جانے کا ارادہ کیا تھا تو انہوں نے کانوں پر ہاتھ رکھے۔ یہاں گھر بار کس کو چھوڑتا اب سوچتا ہوں کہ تم کو اپنے ساتھ رکھوں۔" میں نے ان کا کلام قطع کر کے کہا کہ" میں آپ کی خدمت اور تعمیل حکم کو تو ہر طرح تیار ہوں لیکن آپ کی اماں کی خدمت سے محروم رہنا کس طرح گوارا کر سکتی ہوں۔ اور اُن کا دل دونوں کے جانے کے بعد کیا کہے گا۔ اگر آپ ملازمت

کی وجہ سے آپ اُن کی جدائی کے لئے مجبور ہیں تو میرا یہاں سے لے جانا ان کو بہت رنج دے گا۔ میں آپ کی تردید کرنے کی مجال تو نہیں رکھتی۔ لیکن اماں جان کی طرف توجہ دلاتی ہوں۔ آئندہ جو آپ کی رائے ہو۔" اس کے جواب میں ہنس کر کچھ کہنا چاہا۔ لیکن خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا کہ ؛۔

"ہاں بھلا میں اماں جان کو تنہا چھوڑ سکتا ہوں۔ میں مہینے میں ایک دو روز کے لئے آ جایا کروں گا۔"

بہن نجیلہ! میں نے حسبِ وعدہ آٹھ یوم و شب کا صاف صاف حال لکھ دیا ہے۔ اس کے بھیجنے کے بعد تمہارا مفصل حال تمہارے قلم کا تحریر شدہ دیکھنے کی منتظر ہوں۔ خدا کرے تمہاری سرگذشت میرے حالات سے زیادہ خوش کن ہو۔ دعا کرو کہ ہر ایک مسلمان لڑکی کے سسرال کی زندگی کے واقعات ایسے ہی اطمینان بخش ہوں۔

نجیلہ! میرا یہ خیال غالباً تمہاری رائے میں بھی صحیح ہوگا کہ زن و شوہر کے خوشگوار تعلقات اور پیار و محبت دینی و دنیوی تعلیم میں پنہاں ہیں۔ یہ تمام دنیاوی خرابیاں۔ فتنہ و فساد جہالت کے کرشمے ہیں۔ اور فضول رسمیں بھی جہالت ہی کا نتیجہ ہیں۔ اگر بیوی تعلیم یافتہ ہو اور یہ بھی سمجھتی ہو کہ والدین کے حقوق کے ساتھ ہی شوہر اور شوہر کے اعزہ و اقارب

کے بھی حقوق ہیں۔ تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ اپنی سسرال میں ہردلعزیز اور اُس گھر کی بیگم ہو کر رہے۔ اور کسی قسم کے فتنہ و فساد کا موقعہ ہی نہ آئے۔ جس کا نتیجہ آنے والی نسلوں کے لئے بہترین ثابت ہو گا۔ اور ہمارے گھروں میں خوشرو، توانا اور روشن دماغ بچے نظر آئیں گے۔

آخر میں اُن مسلمان لڑکیوں کے لئے دُعا کرتی ہوں جو
اپنے والدین کے سائے سے جدا ہو کر دوسرے
گھر دوسری زندگی گزارنے کے لئے
جانے والی ہیں کہ وہ تعلیم پا کر
علم سے مزیّن ہو کر
میری طرح
خوش و خرّم
اور آباد ہوں
فقط

تمہاری
اختر بیگم

مطبوعہ انصاف پریس کراچی